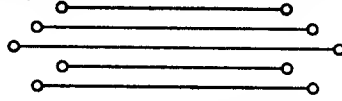
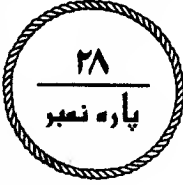


# تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



- |     |  |     |   |
|-----|--|-----|---|
| ۵۲۶ | • پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا       | ۴۶۹ | • خولہ اور خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ ظہار  |
| ۵۲۷ | • سونی صدقہ بخش تجارت                        | ۴۷۳ | • احکامات رسول اللہ ﷺ اور ہم                            |
| ۵۲۸ | • عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی روداد | ۴۷۵ | • معاشرتی آداب کا ایک پہلو اور قیامت کا ایک منظر        |
| ۵۲۹ | • سچے عیسائی                                 | ۴۷۷ | • آداب مجلس باہم معاملات اور علمائے حق و باطل کی توقیر  |
| ۵۲۹ | • بنی اسرائیل کے تین گروہ                    | ۴۸۰ | • نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کی منسوختہ شرط                   |
| ۵۳۰ | • قرآن حکیم آفاقی کتاب ہدایت ہے              | ۴۸۱ | • دو غلط لوگوں کا کردار                                 |
| ۵۳۱ | • میں دعائے ابراہیمی بن کر آیا               | ۴۸۲ | • جو حق سے پھر اوہ ذلیل و خوار ہوا                      |
| ۵۳۱ | • اہل فارس کی عظمت                           | ۴۸۹ | • مال نے فی تعریف وضاحت اور حکم رسول اللہ ﷺ کی تعمیل ہی |
| ۵۳۲ | • کتابوں کا بوجھ لا داگدھا اور بے عمل عالم   | ۴۹۳ | • اصل ایمان ہے  |
| ۵۳۳ | • یہودیوں کو دعوت مباہلہ                     | ۴۹۷ | • مال نے کے حقدار                                       |
| ۵۳۳ | • جمعہ کا دن کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیوں ہے؟    | ۵۰۰ | • کفر بزدلی کی گود ہے تلیس ابلیس کا ایک انداز           |
| ۵۳۶ | • تجارت عبادت اور صلوة جمعہ                  | ۵۰۲ | • اجتماعی کا خیر کی ایک نوعیت اور انفرادی اعمال خیر     |
| ۵۳۸ | • منافقوں کی محرومی سعادت کے اسباب           | ۵۰۳ | • بلند و عظیم مرتبہ قرآن مجید                           |
| ۵۴۳ | • مال و دولت کی خود سپردگی خرابی کی جڑ ہے    | ۵۰۵ | • اللہ تعالیٰ کی صفات                                   |
| ۵۴۵ | • سابقہ واقعات سے سبق لو                     | ۵۰۹ | • حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ                              |
| ۵۴۶ | • منکرین قیامت مشرکین و ملحدین               | ۵۱۰ | • عصبیت دین ایمان کا جزو لا ینفک ہے                     |
| ۵۴۷ | • وہی مختار مطلق ہے ناقابل تردید سچائی       | ۵۱۱ | • مومنوں کی دعا   |
| ۵۴۸ | • اللہ کی یاد اور اولاد مال کی محبت          | ۵۱۳ | • کفار سے محبت کی ممانعت کی دوبارہ تاکید                |
| ۵۵۳ | • عائلی قانون                                | ۵۱۶ | • مہاجر خواتین کے متعلق بعض ہدایات                      |
| ۵۵۵ | • مسائل عدت                                  | ۵۲۰ | • خواتین کا طریقہ بیعت                                  |
| ۵۵۷ | • طلاق کے بعد بھی سلوک کی ہدایت              | ۵۲۱ | • کفار سے دلی دوستی کی ممانعت                           |
| ۵۵۹ | • شریعت پر چلنا ہی --- روشنی کا انتخاب ہے    | ۵۲۳ | • ایفاء عہد ایمان کی علامت ہے اور صف اتحاد کی علامت     |
| ۵۶۰ | • حیرت افزا شان ذوالجلال                     | ۵۲۴ | • کیا ایفاء عہد واجب ہے؟                                |
| ۵۶۷ | • ہمارا گھر انہ اور ہمارا ذمہ داریاں         | ۵۲۵ | • حضرت عیسیٰ کی طرف سے خاتم الانبیاء کی پیشین گوئی      |
| ۵۷۰ | • تحفظ قانون کے لئے حکم جہاد                 |     | • نبی ﷺ کے مختلف صفاتی نام                              |
| ۵۷۱ | • سعادت مند آسیہ (فرعون کی بیوی)             |     | • ہر نبی سے آخری نبی کی پیروی کا عہد                    |

## تفسیر سورۃ المجادلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي اِلَى  
اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۝

سچے معبود بڑے رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے ○

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثناء کے لائق ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے۔ یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آ کر آنحضرت ﷺ سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میں مطلقاً نہ سہی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری و مسند وغیرہ) اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ خدا جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میری جوانی تو ان کے ساتھ کئی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو گئی اولاد کے قابل نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کاروبار کو بتا رہی ہوں۔ ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ابی حاتم)۔

انہیں کبھی کچھ جنون سا ہو جاتا تھا۔ اس حالت میں اپنی بیوی صاحبہ سے ظہار کر لیتے، پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ نہ تھا۔ یہ بی بی صاحبہ حضورؐ سے فتویٰ پوچھنے اور خدا کے سامنے اپنی التجائیاں کرنے کو آئیں جس پر یہ آیت اتری۔ حضرت یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے جو ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہر لیا۔ حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود ولولہ گئیں تب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس ہمارے پاس آئے۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا افسوس جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا نہیں فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اگر یہ آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ملتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہ تھا جن کے بارے میں آیت وَلَا تُكْرَهُوا فَتَيَاتِكُمْ ہوئی تھی لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ حضرت خولہ اوس بن صامت کی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنَّ  
 أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا إِلَىٰ وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا  
 مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ وَالَّذِينَ  
 يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ  
 رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ذَٰلِكُمْ تَوْعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ  
 بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی اصلی مائیں تو وہی ہیں جن کے لطن سے وہ پیدا ہوئے یقیناً یہ لوگ ایک نامستقل اور جموئی بات کہتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ○ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کبھی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے غلام آزاد کرنا ہے، تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ○

خولہ اور خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ ظہار: ☆ ☆ (آیت: ۲-۳) حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورہ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے اس کی کسی بات کا خلاف کیا اور انہیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی میں نے کہا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو۔ لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آگئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔ اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ آپ یہی فرماتے جاتے تھے خولہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا اے خولہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے قَدْ سَمِعَ اللَّهُ سے عَذَابُ الْيَمِّ تک پڑھنا یا۔

اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں۔ میں نے کہا حضور! ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین فحش ہیں آپ نے فرمایا اچھا تو دو مہینے کے لگا تار روزے رکھ لیں۔ میں نے کہا حضور وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجور دے دیں۔ میں نے کہا حضور اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں آپ نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دے دوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں دے دوں گی۔ آپ نے

فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا جاؤ یہ ادا کرو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے بچا کے لڑکے ہیں، محبت، پیار، خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد)۔ ان کا نام بعض روایتوں میں خولیلہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو واللہ اعلم۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ  
أَنْ يَتَمَاسَا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا  
ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ  
عَذَابٌ أَلِيمٌ

ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمے دو مہینوں کے لگا تار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرؤ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لئے دکھ کی مار ہے ○

ظہار کے احکام: ☆☆ (آیت: ۴) حضرت سلمہ بن صحرضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جواب آ رہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا، ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی آزادگی، غلام یا روزے یا کھانا دینا۔ حضرت سلمہ بن صحر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی۔ رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہوں میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں، میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی، بدن کے کسی حصہ پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا، صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہارات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے، ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور گوئی ایسی بات فرما دیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے تو جانے یا تیرا کام تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں۔ میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں، چنانچہ میں گیا اور حضور سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ ہاں حضور مجھ سے یہ خطا ہو گئی آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا۔ میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور میں موجود ہوں، جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا، آپ حکم دیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو میں نے کہا یا رسول اللہ! روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا، آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے، پھر فرمایا اچھا بنوز ریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دے دے، تم اس میں سے ایک دستہ مجھ کو ساٹھ مسکینوں کو دے دو اور باقی تم آپ اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام میں لاؤ، میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی۔ حضور کا

حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے (مسند احمد ابوداؤد وغیرہ)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کے واقعہ کے بعد کا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس واقعہ سے حضرت خولہ کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہوگئی انہوں نے آ کر حضور سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع صورت سے اِیْمٌ تک اتریں۔ حضور نے حضرت اوسؓ کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہی فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

لفظ ظہار مشتق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ اَنْتَ عَلٰی كَظْهَرِ اُمِّی یعنی ”تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ“ شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خولہ والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی پچھتانے لگے تو حضرت اوسؓ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپؐ کنگھی کر رہے ہیں آپؐ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں۔ اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپؐ نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھنا سنیں۔ جب غلام کی آزادی کا ذکر کیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پییں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کچھ چند لقموں پر تو سارا دن گذرتا ہے اوروں کو دینا تو کہاں؟ چنانچہ حضورؐ نے آدھا وقت تیس صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے لیکن ادائیگی غربت سے خالی نہیں۔

حضرت ابو العالیہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے فرماتے ہیں خولہ بنت ولج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو پڑا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی یہ بیوی صاحبہ حضورؐ کے پاس پہنچیں اس وقت آپؐ عائشہؓ کے گھر میں تھے اور مائی صاحبہ آپؐ کا سر دھو رہی تھیں جا کر سارا واقعہ بیان کیا آپؐ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہوگئی یہ سن کر کہنے لگیں خدایا میری عرض تجھ سے ہے اب حضرت عائشہؓ آپؐ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھو لگیں تو حضرت خولہ بھی گھوم کر اس دوسری طرف آئیں اور اپنا واقعہ دہرایا آپؐ نے پھر یہی جواب دیا مائی صاحبہ نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہوئی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپؐ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ مائی صاحبہ نے انہیں آواز دے کر بلایا آپؐ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلالائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا آپؐ نے اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ اَلْعَلِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اس صورت کی یہ آیتیں سنائیں اور فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں کہا دو

مہینے کے لگاتار ایک پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بیٹائی بالکل جاتی رہتی ہے فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے پس حضور نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم و ابن جریر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ مِنْکُمْ سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں، جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بہ اعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے لفظ مِنْ نِسَائِهِمْ سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی بیٹہ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ سچ سچ ماں نہیں بن جاتی، حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخش دینے والا ہے اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن! تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا، مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصد یہ نہ تھا، یونہی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی۔ کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا چھوٹی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں۔

بقول حضرت امام شافعیؒ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد محبت کرنا ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔ سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں نے اس سے مل لیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ! چاندنی رات میں اس کے غلطال کی چمک نے مجھے بے تاب کر دیا آپ نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ خدا کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے۔ نسائی میں یہ حدیث مرسل مروی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ مرسل ہونے کو ادلی بتلاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ آزادگی جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضورؐ نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ

ہے اور واقعہ گذر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو آزادی غلام پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری جیسے کہ صحیحین کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے بیہروائی ہمیں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَبِتُوا كَمَا كَبَتَ  
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ  
عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا  
أَخْصَصَهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝  
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ  
مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ  
إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ  
إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

بیشک جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بیشک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں منکروں کے لئے تو ذلت کی مار ہے ہی ۝ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے اعمال سے آگاہ کرے گا جسے اللہ نے یاد رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ۝ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ چار کا مگر ان کا چھوا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کا اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے ۝

احکامات رسول اللہ ﷺ اور ہم: ☆ ☆ (آیت: ۵-۷) فرماں ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت ادبار غمست اور پھونکار کے لائق ہیں جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے اسی طرح واضح اس قدر ظاہر اتنی صاف اور ایسی کھلی ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل

میں سرکشی ہو کوئی ان سے انکار کر نہیں سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کے لئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں۔ یہاں ان کے تکبر نے خدا کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا خوب روندا جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کرے گا۔ گویہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا۔ نہ تو اللہ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں اللہ کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری حالتیں خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زبان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے وہ زمین و آسمان کی تمام تر کائنات سے با علم ہے۔

تین شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ اپنے تئیں تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا خدا کو گھنیں اور جو پانچ شخص تنہائی میں رازداریاں کر رہے ہیں وہ چھٹا خدا کو جانیں پھر جو اس سے کم ہوں یا اس سے زیادہ ہوں وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا اللہ ہے یعنی ان کے حال قائل سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے بھی لکھتے جا رہے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ”کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگیوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیوب پر اطلاع رکھنے والا ہے۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جا رہے ہیں۔ اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا جو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے۔ ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک و تعالیٰ۔ بے شک و شبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے کہ یہاں مراد ذات سے ساتھ ہونا نہیں بلکہ علم سے ہر جگہ موجود ہونا ہے ہاں بیشک اس کا سنا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر تنبیہ کرے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی اللہ کے علم کے بیان پر کیا (مطلب یہ ہے کہ درمیان میں خدا کا ساتھ ہونا جو بیان کیا تھا اس سے بھی از روئے علم کے ساتھ ہونا ہے نہ کہ از روئے ذات کے۔ مترجم)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَّعُوْدُوْنَ  
لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ  
الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَاؤُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحْيِكَ بِهٖ اللّٰهُ  
وَيَقُوْلُوْنَ فِىْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ  
حَسْبُہُمْ جَهَنَّمُ يَصَلُوْنَهَا فِیْشَ الْمَصِيْرِ ۝۵



کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کاناپھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں اور آپس میں گتھاری کی اور ظلم اور زیادتی کی اور نافرمانی پیغمبر کی سرگوشیاں بھرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس کئے پر سزا کیوں نہیں دیتا ان کے لئے جہنم کافی سزا ہے جس میں یہ جائیں گے سو وہ برا بھلا کہنا ہے ○

معاشرتی آداب کا ایک پہلو اور قیامت کا ایک منظر: ☆☆ (آیت: ۸) کاناپھوسی سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت ﷺ میں جب صلح صفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا کہ یہ ادھر ادھر جمع ہو ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کاناپھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دکیلا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ مخفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا۔ جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضور نے یہودیوں کو اس سفلی حرکت سے روک دیا لیکن انہوں نے پھر بھی یہی کرنا شروع کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں ایک رات کو باری والے آگئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آگئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بن کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت آپس میں باتیں کرنے لگی اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا حضور ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتاؤ وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دوسروں کے دکھانے کے لئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریا کاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی خانگی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں پر ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت پر ایک دوسروں کو پختہ کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ یہودی حضور کے پاس آئے اور کہا اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ حضرت عائشہ سے نہ رہا گیا فرمایا وَعَلَیْكُمْ السَّلَامُ۔ سام کے معنی موت کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا کیا حضور نے نہیں سنا انہوں نے آپ کو اَلْسَلَامُ نہیں کہا بلکہ اَلْسَلَامُ کہا ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہا وَعَلَیْكُمْ۔ اہی کامیاں یہاں ہو رہا ہے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے جواب میں فرمایا تَعَالَىٰ عَلَیْكُمْ السَّلَامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ اور آپ نے صدیقہ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں کوئی ناامنی مقبول ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک مرتبہ حضور اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آ کر سلام کیا صحابہ نے جواب دیا۔ پھر حضور نے صحابہ سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جائے پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلا لاؤ جب وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ تو نے سَلَامٌ عَلَیْكُمْ نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں حضور میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو تم صرف عَلَیْكَ کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر (ابن جریر وغیرہ) پھر یہ لوگ اپنے اس کروتوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی حال سے بخوبی واقف

ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی بس ہے، جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْأَلَامِ  
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ  
الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا  
بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اے ایمان والو! تم جب چپ چپاتے باتیں کرو تو یہ سرگوشیاں گنہگاری اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی وغیرہ کی نہ ہوں بلکہ نفع رسائی اور پرہیزگاری کی باتوں پر اس میں تبادلہ خیالات کرو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ○ بری سرگوشیاں شیطانی کام ہے جس سے ایمانداروں کو رنج پہنچے گا اللہ تعالیٰ کی چاہت بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں ○

مومن کی سرگوشی: ☆ ☆ (آیت ۹۰-۱۰) پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا، تم گناہ کے کاموں اور حد سے گذر جانے اور نبی کی نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی کے اور اپنے بچاؤ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال و اقوال سے متنبہ کرے گا، گو تم بھول گئے ہو لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج بھی میں نے بخشش کی پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ خدا پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں وغیرہ سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو غم و رنج ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اجازت بغیر نہ شیطان نہ کوئی اور انہیں کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اَعُوذُ بِرُحْمَةِ اللہ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے ان شاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا بھوسی جو کسی مسلمان کو ناکوار گذرے حدیث میں بھی منع آئی ہے مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دہل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ اس سے اس تیسرے کا دل میلا ہوگا (صحیحین) اور روایت میں ہے کہ ہاں اگر اس کی

اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں (مسلم)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ  
فَاتَفَسَّحُوا يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانْشُزُوا  
يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ  
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اے مسلمانو جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کشادہ کرو واللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے گا کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ واللہ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خوب خبردار ہے ○

آداب مجلس باہم معاملات اور علمائے حق و باطل کی توقیر: ☆ ☆ (آیت: ۱۱) یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی ایک دوسرے کا خیال و لحاظ رکھو۔ تو فرماتا ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹ ہٹا کر اسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔ اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنادے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا اور حدیث میں ہے کہ جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضورؐ کچھ نصیحت کی باتیں بیان فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکھٹتا کہ اسے بھی جگہ مل جائے تو قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو ادھر ادھر کھل جایا کر ڈٹا کر آنے والے کی جگہ ہو جائے۔ حضرت مقاتلؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتری رسول اللہ ﷺ اس دن صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپر تلے جگہ جگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہؓ ڈیرہ سے آئے تو آنحضرت ﷺ کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ سے سلام علیک ہوئی آپ نے جواب دیا پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جو ان کے لئے جگہ ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو نہ رہا گیا نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ سے کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا۔ جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا بھاری پڑا ادھر منافقین کے ہاتھ میں ایک مشغلہ لگ گیا کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ سے کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوا دی کس قدر نا انصافی ہے ادھر حضورؐ نے اس لئے کہ ان کے دل میلے نہ ہوں دعا کی کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سننے ہی صحابہؓ نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم)۔

بخاری، مسلم، مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہئے کہ ادھر

اور سرک کراس کے لئے جگہ بنا دو۔ شافعی میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ گنجائش کرو۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کے لئے کھڑے ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت دیتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ، بعض علماء منع کرتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے سیدھے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنا لے۔

بعض بزرگ تفصیل بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو اور حاکم کے لئے اس کی حکومت کی جگہ کھڑے ہو جانا درست ہے کیونکہ حضورؐ نے جن کے لئے کھڑا ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، بخیر ظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور یہ (بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ) صرف اس لئے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرائے واللہ اعلم ہاں اسے عادت بنا لینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجیبوں کا طریقہ ہے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے، جانتے تھے کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آتے ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ تشریف فرما ہو جاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہو جاتی اور صحابہ کرامؓ اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے، حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموما حضرت عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ کا تب وحی تھے، آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی کو لکھ لیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور کا فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقل مند صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ اور یہ انتظام اس لئے تھا کہ حضور کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں، یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گذرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ کو دولائی، گو اس کے ساتھ اور وہ جہیں بھی تھیں مثلاً ان لوگوں کو خود چاہئے تھا کہ ان بزرگ صحابہ کا خیال کرتے اور لحاظ دے مروت و بت کے خود ہٹ کر انہیں جگہ دیجئے، جب انہوں نے از خود ایسا نہیں کیا تو پھر حکماً ان سے ایسا کرایا گیا۔ اسی طرح پہلے کے لوگ حضور کے بہت سے کلمات پوری طرح سن چکے تھے اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی بہ آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور خدائی تعلیم حاصل کر لیں اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے موٹھے خود پکڑ پکڑ ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے، سیدھے رہو، ٹیڑھے نہ کھڑے ہوا کرو، دانائی اور عقل مندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بہ درجہ۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے باوجود اس حکم کے افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صاف کرتے ہو۔ سلم ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے سوا کسی اور وقتوں میں تو بطور اولیٰ یہی حکم رہے گا۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو، موٹھے ملائے رکھو، صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو، اپنے بھائیوں کے پاس صف میں نرم بن جایا کرو، صف میں شیطان کے لئے سوراخ نہ چھوڑو، صف ملانے والے کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے۔ اسی لئے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف انقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں مل جاتے اور اسی حدیث کو دلیل میں لاتے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقل مند کھڑے ہوں پھر درجہ بہ درجہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے اور اس حدیث کو پیش کرتے جو اوپر گزری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ میں کوئی اور نہ بیٹھے۔ یہاں بطور نمونے کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں؛ بسط و تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں نہ یہ موقع ہے ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آ کر بیٹھ گئے دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنائی تیسرے واپس چلے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا لوگو! میں تمہیں تین شخصوں کی بابت خبر دوں ایک نے تو اللہ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی دوسرے نے شرم کی اللہ نے بھی اس سے حیا کی تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ مسند احمد میں ہے کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان تفریق کرے ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے (ابوداؤد و ترمذی) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت حسن بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے اسی طرح اٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کی طرف بلایا جائے تو تم فوراً آ جاؤ۔ حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کے لئے بلایا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ حضرت عبدالرحمن بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ جب حضورؐ کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی چاہت یہ ہوتی کہ سب سے آخر حضورؐ سے جدا میں ہوں بسا اوقات آپ کو کوئی کام کاج ہوتا تو بڑا حرج ہوتا لیکن آپ مروت سے کچھ نہ فرماتے اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو۔ جیسے اور جگہ ہے وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا اِذَا رُكِبَتْ مِنْكُمْ سَبْعَةُ اَشْهُارٍ اَوْ اَكْثَرُ اَوْ اَلْاَمْرُ بِكُمْ a

حضرت تافع بن عبدالمجارت سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات عسفان میں ہوتی ہے حضرت عمرؓ نے انہیں مکہ شریف کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ شریف میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا وہ تو ہمارے مولیٰ ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے ہو؟ کہا ہاں اس لئے کہ وہ خدا کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اور اچھا وعظ کہنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت فرمایا حج فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور بعضوں کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا۔ (مسلم) علم اور علماء کی فضیلت جو اس آیت اور دیگر آیات و احادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری شریف کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے والحمد للہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ  
نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ أَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ  
تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اے مسلمانو! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کر دینے تمہارے حق میں بہتر اور پاکیزہ تر ہے ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ

بڑا بخشنے والا مہربان ہے ○

نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کی منسوخی شرط: ☆☆ (آیت: ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تا کہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر اسے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں، یعنی یہ حکم صرف انہیں ہے جو مالدار ہوں۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوٰكُمْ صَدَقْتُمْ  
فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا  
الزَّكٰوةَ وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

کیا تم اپنی راز کی باتوں سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ پس جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا اور اب بخوبی نمازوں کو قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے رہو تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ○

(آیت: ۱۳) پھر فرمایا کیا تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ کب تک واجب رہے گا۔ اچھا جب تم نے اسے نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرمایا تو اب اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو۔ کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرف صرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ہٹ گیا، ایک دینار دے کر آپ نے حضورؐ سے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ہٹ گیا۔ حضرت علیؓ سے خود بھی یہ واقعہ تفصیل مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس آیت پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکے، میرے پاس ایک دینار تھا جسے تڑوا کر میں نے دس درہم لے لئے، ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی، پھر تو یہ حکم اٹھ گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ ابن جریر میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے تو آپؐ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی، فرمایا پھر آدھا دینار، کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں، آپؐ نے فرمایا اچھا تم ہی بتلاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو برابر سونا، آپؐ نے فرمایا وہ واہ واہ تم تو بڑے ہی زاہد ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسلمان برابر حضورؐ سے رازداری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھادیا۔ آپؐ فرماتے ہیں صحابہؓ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے جو حضورؐ پر گراں گذرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپؐ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ عکرمہؒ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ حضرت قتادہؒ اور حضرت مقاتلؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا، حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکتا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا جو منسوخ ہو گیا۔

رَأَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ  
 مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ  
 يَعْلَمُونَ ۝۱۴۰ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا  
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۴۱ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ  
 سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝۱۴۲ لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ  
 وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ  
 فِيهَا خَالِدُونَ ۝۱۴۳

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے نہ یہ منافق تہارے ہی ہیں نہ ان کے یہ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں ○ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں ○ ان لوگوں نے تو اپنی قسمیں ڈھالیں بنا رکھی ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے ○ ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہنے والے ○

دو غلے لوگوں کا کردار: ☆ ☆ (آیت: ۱۴۰-۱۳۹) منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہودی محبت رکھتے ہیں گو وہ اصل میں ان کے بھی حقیقی ساتھی نہیں حقیقت میں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ہیں صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں۔ ایمانداروں کے پاس آ کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں رسول کے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی اس غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں ان کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت تر عذاب ہوں گے اس دھوکا بازی کا برابر بدلہ انہیں دیا جائے گا۔ یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی باطنی بدی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنالیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔

چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے خدائے تعالیٰ کے پراز صد ہزار تکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولادیں انہیں کچھ کام آئیں یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا قیامت والے دن جب ان کا حشر ہوگا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ بات کو قسموں سے سچ بات کر دکھاتے تھے آج خدا کے سامنے بھی اپنی ہدایت و استقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھالیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا اللہ کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں سے بیان فرما چکا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرامؓ بھی آس پاس بیٹھے تھے سایہ دار

جگہ کم تھی، بمشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا، تھوڑی دیر میں ایک کیری آنکھوں والا شخص آیا، حضورؐ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کیوں بھی تو اور فلاں اور فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضورؐ نے لیا تھا انہیں لے کر آیا اور پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضورؐ کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔ اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جھوٹے ہیں، یہی حال مشرکوں کا بھی دربار خدا میں ہوگا کہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑ یا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کے ذکر کو فراموش کرنے والے اور شیطان کے قبضے میں پھنس جانے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں، شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿٢٠﴾  
 اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢١﴾  
 إِنَّ الَّذِينَ يُحَادِّثُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٢﴾  
 كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٣﴾

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی کچھ ہیں، یقیناً مانو کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں ○ ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خراب خستہ ہے ○ بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ○ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے ○

جو حق سے پھر اوہ ذلیل و خوار ہوا: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۱) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل، بے وقار اور خستہ حال ہیں رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے نہ بدلے نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے جیسے اور جگہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا الْخ، ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان دار بندوں کی ضرورت و مدد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی



عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنتیں برسی ہوں گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا خدا قوی ہے اور اس کی لکھت اٹل ہے وہ غالب و قہار ہے اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ قضا ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ  
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ  
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمُ  
بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ  
اللَّهِ أَلَا إِنَّا حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١١﴾

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا، گودہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں، یہ اللہ کا لشکر ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

اللہ کے دشمنوں سے عداوت: ☆ ☆ (آیت: ۲۲) آیت تشر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دوست و دشمنان خدا سے محبت رکھیں۔ ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں، ایسا کرنے والے خدا کے ہاں کسی گنتی میں نہیں ہاں ڈر خوف کے وقت بطور دفع اللہ قوی کے ہوتے اور بات ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے۔ ایک اور جگہ ہے ”اے نبی! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارا باپ، دادے، بیٹے، پوتے، بچے، کنبہ، قبیلہ، مال، دولت، تجارت، حرفت، گھریا وغیرہ تمہیں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کے اور اس کی راہ کے جہاد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم خدا کے عنقریب برس پڑنے والے عذابوں کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کے لئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں، اس وقت حضرت ابو عبیدہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی مثلاً حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت حمزہ اور حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عبثہ، شیبہ اور ولید بن عبثہ کو قتل کیا تھا واللہ اعلم۔

اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہو سکتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں، مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبہ رشتے کے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ! جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے، ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں، مجھے فلاں رشتہ دار سوچ دیجئے اور حضرت علیؑ کے حوالے عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابیؓ کو فلاں کافر دے دیجئے وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان خدا کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت بیج گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی پاس کی روح سے کی ہے، یعنی انہیں قوی بنادیا ہے اور یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ اللہ سے خوش، چونکہ انہوں نے خدا کے لئے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش ہو گئے۔ خدائی لشکر یہی ہے اور کامیاب گردہ بھی یہی ہے جو شیطان لشکر اور ناکام گردہ کے مقابل ہے۔ حضرت ابو حازم اعرجؓ نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جیتے، جن کی عام شہرت نہیں ہوتی، جن کی صفت اللہ کے رسول ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہ متقی نیکوکار ہیں، اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آ جائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلنے ہیں، یہ ہیں وہ اولیاء جنہیں خدا نے اپنا لشکر فرمایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

نعم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعائیں فرمایا اے اللہ! کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار مخالفین اللہ کے دوست نہیں ہوتے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں اگلوں کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے غلط ملط رکھتے ہوں (ابو احمد عسکری) الحمد للہ سورۃ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

## تفسیر سورۃ الحشر

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یہ سورۃ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتری ہے۔ بخاری شریف کی اور روایت میں ہے کہ آپ نے جواب فرمایا یہ سورت سورۃ بنو نضیر ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا  
 أَنَّهُمْ مَبَايِعَتْهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ  
 حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ  
 بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي  
 الْأَبْصَارِ ۝

میں اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم کے نام سے پڑھنا شروع کرتا ہوں ○

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے اور بالکمت ہے ○ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال کر پہلے مشرکی زمین میں لا کر رکھا کیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور خود وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کے سنگین قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے پس ان پر عذاب الہی ایسی جگہ سے آپڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں برباد کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی برباد ہوئے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ○

یہودیوں کی جلا وطنی: ☆ ☆ (آیت ۱-۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تقدیس، تمجید، تکبیر اور توحید میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ فرمان الہی ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ یعنی ”ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے“ وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار والا ہے اور اپنے تمام احکام اور کل فرمان میں حکمت والا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضورؐ نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں، لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا، جس کی وجہ سے خدا کا غضب ان پر نازل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا، مسلمانوں کو بھی اس کا خیال تک نہ تھا، خود یہ یہود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن جب خدا کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں یونہی رکھی کی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا۔

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَائَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا  
 وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ  
 وَرَسُولَهُ ۝ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ مَا  
 قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ  
 وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝

اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً انہیں دنیا ہی میں عذاب کرتا اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب ہے ہی ○ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ سے مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے ○ تم نے مجبوروں کے جو درخت کاٹ

ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لئے بھی کہ بدکاروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے ○

بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لا کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا، توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھالیں، جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الہی اچانک آ پڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور دردناک عذابوں میں جا پڑے۔

ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور علیہ السلام کے بدر کے میدان سے واپس لوٹنے سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضورؐ کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال کر باہر کر دیا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو۔ عبد اللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضورؐ سے لڑائی کرنے کی تجویز بالافتاق منظور کر لی۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقع دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بد ارادے سے باز آ جاؤ۔ حضورؐ کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلانے۔ یہ پھر اکڑ میں آ گئے اور بنوفسیر نے صاف طور پر بد عہدی پر کمر باندھ لی اور حضورؐ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آئیے ہم میں سے بھی تیس ذی علم آدمی آتے ہیں ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو۔ اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بد عہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کر دو تو خیر و نہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنوفسیر کو یونہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کر دو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا۔ آپ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنوفسیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی آخر یہ ہارے اور حضورؐ نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اونٹوں پر لا کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھریار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لا دیں اور جلا وطن ہو گئے ان کے مجبوروں کے درخت خاصۃً رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوا دیا جیسے آیت وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ اَلْحٰمْدُ میں ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو حاجت مندوں کو ہی حصہ دیا ورنہ سب کا سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا۔ غزوہ بنوفسیر کا مختصر قصہ اور سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکا بازی سے صحابہ کرامؓ کو بڑے معونہ میں شہید کر دیا جن کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچ کر بھاگ نکلے مدینہ شریف کی طرف آئے آتے ہی موقع پا کر انہوں نے قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ

کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا، لیکن اس کی خبر حضرت عمر کو نہ تھی، جب یہ مدینے پہنچے اور حضورؐ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل ادا کرنا پڑے گا، بنوفصیر اور بنوعامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضورؐ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنوعامر کو راضی کر لیا جائے۔ قبیلہ بنوفصیر کی گروہمدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی، جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضورؐ ہم موجود ہیں، ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں، ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقع کب ہاتھ لگے گا۔ اس وقت آپ قبضے میں ہیں، آؤ کام تمام کر ڈالو چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں۔ عمرو بن عباس بن جاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا، اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا، چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضورؐ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں، چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بد باطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے۔ ادھر جو صحابہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے، انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے، لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں، چنانچہ یہ لوگ وہیں آئے پوچھا کہ حضورؐ کیا واقعہ ہے۔ آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو، مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور راہ خدا میں نکل کھڑے ہوئے، یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے اور پناہ گزین ہو گئے۔ آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں، وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلا دیئے جائیں، اب تو یہودی چننے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فساد یوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پس ادھر تو درخت کٹنے کا غم، ادھر جو ملک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی، ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ ملک کا واقعہ یہ ہے کہ بنوعوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول اور ودیعہ اور مالک ابن بنو قریظ اور سود اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنوفصیر کو کہلوا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جے رہو اور قلعہ خالی نہ کرو، ہم تمہاری مدد پر ہیں، تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے، ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے۔ لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی، ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! ہماری جان بخشی کیجئے، ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں، لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ ہمیں دے دیا جائے، آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے، جاتے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے، گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان کے باقی کے اہل خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں۔ چنانچہ آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا، ہاں انصار میں سے صرف دو شخصوں کو یعنی سہل بن حنیف اور ابو دجانہ سہاک بن خوشہ کو دیا، اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے۔ بنوفصیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے، ایک تو یامین بن عمیر جو عمرو بن جاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا، یہ عمرو وہ ہے جس نے حضورؐ پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا، دوسرے ابوسعید بن وہب، ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت یامین سے فرمایا کہ اے یامین! تیرے اس چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برابر تاؤ بڑتاؤ اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟ حضرت یامینؓ نے ایک شخص کو کچھ دینا کر کے عمر کو قتل کر دیا۔

سورہ حشر اسی واقعہ بنوفصیر کے بیان میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے۔ ان یہودیوں سے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور نے بنوفصیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ (ابن جریر)

بنوفصیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا، محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی، یہودیوں کی زیادتی، تکجی، منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کر دیں گے، ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آگیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی۔ یہی دستور خدا ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبران پر عذاب الہی آ جاتا ہے، ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھاتا، محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں اللہ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہوتا اور وہیں اس کا دل دھلنے لگتا تھا، صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے، چھتوں کی لکڑی اور دروازے لے جانے کے لئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیے۔ مقاتلؓ فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جوں جوں آگے بڑھتے گئے، ان کے جو جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے، میدان کشادہ کرنے کے لئے انہیں ڈھاتے گئے، اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے، پھر فرماتا ہے اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اس خدا سے ڈرو جس کی لامٹی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلا وطنی ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب کیا جاتا، یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ، پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کے لئے تیار ہیں۔ بنوفصیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی، مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی، یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلا وطنی ہوئی ہی نہ تھی، بقول حضرت عروہ بن زبیرؓ شروع سورت سے فاسیقین تک آیتیں اسی واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ جلاء کے معنی قتل و فناء کے بھی کئے گئے ہیں، حضور نے انہیں جلا وطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی، اس فیصلہ کے بعد بھی حضور نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں، اس دنیوی عذاب کے ساتھ ہی اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کے لئے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے۔ ان کی اس درگت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا خلاف کیا اور ایک اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا، اس لئے کہ ہر نبی نے آپ کی بابت پیش گوئی کی تھی یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانا نہیں بلکہ مقابلے پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لَیْنَهُ کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو، عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینہ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں، جن میں بوریہ بھی داخل ہے۔ یہودیوں نے جو بطور طعنہ کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کنوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہیں؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب سے اور اجازت خدا سے دشمنان خدا کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بد نصیب کرنے کے لئے ہو رہا ہے، جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ۔

یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کانٹے سے منع کیا تھا کہ آخر کو تو یہ مسلمانوں کو بہ طور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بہ جانب ہیں اور کانٹے والے بھی برحق ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں ان کی شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آجائیں تو پھر دودو ہاتھ ہو جائیں اور اعدا و دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔ صحابہ نے یہ فعل کرتو لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کانٹے میں یا باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضورؐ سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کانٹے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کنوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضورؐ نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ بھی مقابلے پر آئے اور منہ کی کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل کئے گئے اور عورتیں اور بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا۔ بنو قریظہ کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور کل یہودیوں کو جلا وطن کیا۔ ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے جو سیرۃ ابن اسحاق میں مروی ہیں۔ یہ واقعہ بقول ابن اسحاق کے احد اور بزمعونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے واللہ اعلم۔

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَى لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ  
وَمَا التَّكْمُ الرَّسُولُ فخذوهٗ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتهوا واتقوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جو مال یتیموں والوں کا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال بھی دست گرداں نہ رہ جائے تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو البتہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے ○

مال فے کی تعریف وضاحت اور حکم رسول ﷺ کی تعمیل ہی اصل ایمان ہے: ☆☆ (آیت: ۶-۷) فے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب یہاں بیان ہو رہا ہے۔ پس فے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے

قبضے میں آجائے جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آئے سانسے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آگئے اسے فے کہتے ہیں اور یہ مال حضور کا ہو گیا آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ پس آپ نے نیکی اور صلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری آیت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلویا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف خدا نے اپنے فضل سے اپنے رسول کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور خدا پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے یہ فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنو نضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر تک کا خرچ دیتے تھے اور جو حج رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن و مسند وغیرہ)۔

ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوسؓ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہتر اتنے میں آپ کا داروغہ ریفا آیا اور کہا اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں آنے دو۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے ریفا پھر آیا اور کہا امیر المؤمنین حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علیؓ کا تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المؤمنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچائیے۔ حضرت مالکؓ فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹنا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت وَمَا آفَاءَ اللَّهِ لِحُجَّتِہِمْ اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول کو دیئے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اسے سب کا سب لے لیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر فرمایا حضورؐ کے فوت ہونے کے بعد ابو بکرؓ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول کے پاس آئے اے عباس! تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علیؓ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے



جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ہمارا ورثہ بانٹنا نہیں جاتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر یقیناً راست گو، نیک کار، رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیق نے کی آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا، پھر آپ دونوں کے دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سوئپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی، پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو تا کہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیق میں اور آج تک ہوتا رہا۔

مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی ﷺ کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضہ میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے، حضرت انسؓ بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں، میں نے جا کر حضورؐ کو یاد دلایا، آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا لیکن یہ سب حضرت ام ایمنؓ کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے۔ حضورؐ نے فرمایا ام ایمن! تم نہ گھبراؤ، تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں، آپ نے فرمایا لو، تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا، یہ نے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہو گا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورہ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمد للہ گذر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے کہ مال نے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے کہ اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقیناً مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدرا کر جو تکوں کی طرح نشان وغیرہ بنالیتی ہیں) اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا بنا ہر کرنے کے لئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول میں؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ میں بھی، دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں۔ اس عورت نے عبداللہ بن مسعودؓ کا خدا کی قسم دونوں لوگوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے، لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ

الح نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول اور ممانعت رسول قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کے گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے، غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ خدا کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا مَا أُرِيدُ أَنْ أَحَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْتُمْ عَنْهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ اس کا خلاف کروں۔

مسند احمد اور بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا؟ آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھیں تو ضرور پائیں کیا تم نے آیت مَا أَنْتُمْ إِلَّا رُسُلُ اللَّهِ نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ۔ سنائی میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کدو کے برتن میں، سبز ٹھلیا میں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نیبنا سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا ہے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ مترجم) پھر فرماتا ہے اللہ کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا دیتا ہے اور دکھ کی مار مارتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ  
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ  
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

# وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَفٍ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(نے کامال) ان مہاجر مسکینوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں ○ اور ان کے لئے جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ میں) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی ہے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب اور بامراد ہیں ○

مال نے کے حقدار: ☆ ☆ (آیت: ۸-۹) اور پر بیان ہوا تھا کہ نے کامال یعنی کافروں کا جو مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ ﷺ ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضامند کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکلوں سے جمع کیا ہو مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد میں برابر مشغول ہیں اللہ کے فضل و خوشنودی کے متلاشی ہیں یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا یہ اوصاف سادات مہاجرین میں تھے رضی اللہ عنہم۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت، شرافت، کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے ان کی کشادہ دلی، نیک نفسی، ایثار اور سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالہجرت مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے یہ ایمان دار بن گئے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حق ادا کرتا رہے ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کر لے۔ ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر کہتے ہیں اور اپنا جان و مال ان پر نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ! ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں حضور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثنا اور تعریف کرتے رہو گے۔ اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصار یوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ دیں ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصار یوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں پھر فرمایا سنو کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو

انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہمیں یہ بھی بہ خوشی منظور ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر و مرتبت پر نہیں کرتے، جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا۔ اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انسؓ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے دائرہی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے، تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آج دیکھتے بھالنے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہوئے اور انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہوگئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں، دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں۔ ہاں یہ ضرور بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا، اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی، چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین مرتبہ رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا، اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلائیے آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر اللہ ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا، تھوڑی ہی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے، بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام کیا جس پر آیت وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ اَتْرٰی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے مہاجر بھائی مال و اولاد چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں، انصار نے کہا پھر حضور ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے، آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ اٹھا کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور کا ارشاد ہو، آپ نے فرمایا مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے، تم آپ اپنے مال کو قبضہ میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو۔ انصار نے اسے بھی بہ کشادہ پیشانی منظور کر لیا۔

پھر فرماتا ہے کہ باوجود خود کو حاجت ہونے کے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں، اپنی ضرورت خواہ باقی رہ

جائے۔ لیکن اور مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت کی چاہت ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔ یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بھی بڑا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی چاہت کے باوجود وہ اسے راہِ اللہ خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہِ اللہ دے دینا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ اسی قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کل مال لا کر اللہ کے رسول کے سامنے ڈھیر لگا دیا آپ نے پوچھا بھی کہ ابو بکر کچھ باقی بھی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھ آیا ہوں۔ اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگ یرموک میں حضرت عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ میدانِ جہاد میں زخم خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کہ کراہ رہے ہیں تڑپ رہے ہیں سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے پیاس کے مارے حلق چنچ رہا ہے اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پلاؤ دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پہلے پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا بھی نہیں جو ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیاسا ہی چل بسا تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ بھی سوکھے ہونوں ہی اللہ سے جاملے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوائیے آپ نے اپنے گھروں میں آدی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ حضور ہمارے پاس خود کچھ نہیں۔ یہ معلوم کر کے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں آج گو ہمیں کچھ بھی کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں۔ بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کے لئے البتہ کچھ کھڑے رکھے ہوئے ہیں انصاری نے فرمایا اچھا بچوں کو تو بہلا پھسلا کر بھوکا سلا دو اور ہم تم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گزار دیں گے کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھارہے ہیں اور دراصل ہم کھائیں گے نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا صبح جب یہ شخص انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا اور بس دیا۔ انہی کے بارے میں آیت **وَيُؤْتِرُونَ الْخَلْقَ نَازِلًا** ہوئی۔

صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام بھی ہے یعنی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پالی۔ مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگو! ظلم سے بچو قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا لوگو! بخیلی اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے حرص اور بخیلی کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی کے باعث اگلوں نے ظلم کئے فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کی پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخیلی اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے یعنی راہِ خدا کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخیلی نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کی رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ حضرت عبد اللہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن! میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا دیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو بزارو کئے والا ہوں خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے آپ نے فرمایا

اسکونجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے، ہاں بخیلی بمعنی کنجوسی بھی ہے بہت بری چیز۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوالبیاح اسدی فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں اَللّٰهُمَّ قِنِّیْ شُحَّ نَفْسِیْ اٰہی! مجھے میرے نفس کی حرص و آڑ سے بچالے! آخر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو پھر نہ زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری اور نہ کوئی برا کام۔ اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے رضی اللہ عنہ (ابن جریر)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا  
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا  
لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

اور ان کے لئے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے ○

راضی کو مال فے نہیں ملے گا: ☆ ☆ (آیت: ۱۰) ایک حدیث میں ہے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں دیا، وہ اپنے نفس کی بخیلی سے دور ہو گیا۔ پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجرین کے فقراء کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد کے لوگ ہیں ان میں کے مساکین بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے سے اگلے با ایمان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ برأت میں ہے وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ یعنی ”اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے متبع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں“۔ یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثار حسنہ اور اوصاف جلیلہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں، گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں۔ اس دعا سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ راضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسول کے لئے دعا کرنے کے بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کا خلاف کرتے ہیں قرآن حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لئے دعائیں کریں اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپ نے تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم)

اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے پچھلے ان کے پہلوں کو لعنت کریں گے (بخاری) ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آیت مَا أَفَاءَ اللَّهُ مِنْ جَسَدٍ مَّا لَمْ يَكُنْ فِيهِ جَسَدٌ مِّنْكُمْ فَهُوَ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ والی نے عام کر دیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔

ابن جریر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ کو حَکِیْمٌ تک پڑھ کر فرمایا مال زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں۔ پھر وَاَعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ واپس پوری آیت کو پڑھ کر فرمایا مال غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت مَا آفَاءَ اللّٰهُ الخ پڑھ کر فرمایا مال فے کے مستحقین کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مال فے کا مستحق کر دیا ہے سب اس کے مستحق ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں گوتھوں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال فے حاصل کرنے کے لئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْۤا يَقُوْلُوْنَ لِاٰخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ  
كَفَرُوْۤا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَیْنٌ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ  
وَلَا نَطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ  
وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَیْنٌ اُخْرِجُوْۤا لَا یَخْرُجُوْنَ  
مَعَهُمْ وَلَیْنٌ قُوْلُوْۤا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَیْنٌ نَّصْرُوْهُمْ لَیُّوْلٰۤی  
الْاَدْبَارِ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ  
صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝

کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلا وطن کئے گئے تو اللہ کی قسم ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے اور تمہارے بارے ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو اللہ ہم تمہاری مدد کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں ○ اگر وہ جلا وطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے اور اگر ان سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مدد پر آ بھی گئے تو بھی پیچھے مڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے پھر مدد نہ کئے جائیں گے ○ مسلمانو! یقین مانو کہ تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ○

کفر یزدولی کی گود ہے۔ تلمیس ابلیس کا ایک انداز: ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۷) عبد اللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چال بازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیوں بنو نضیر کو تھپک کر جھوٹا دلاسلہ دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے بھڑا دیا، ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں، لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم ہار گئے اور مدینہ سے دہس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے، لیکن یہ وقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں نہ ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں، اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلوار کی صورت دیکھتے روٹ گئے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے۔ پھر مستقل طور پر پیش کوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی یہ اللہ سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں۔

جیسے اور جگہ بھی ہے اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یُحِشُّوْنَ النَّاسَ كَخَشِیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِیَّتِهٖ یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا

ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔ اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے ہاں اگر مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوئے ہوں یا مورچوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کارروائی کرنے کا موقع ہو تو خیر بے سبب ضرورت کے کر گذریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان سے کوسوں دور ہے یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں جیسے اور جگہ ہے وَیُذِیْقُ بَعْضُکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے تم انہیں مجتمع اور متفق و متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل یہ متفرق و مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا، منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں۔ پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے۔ اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بدر والے دن ان کی کمر کبڑی ہو گئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پستے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یا بنو قریظہ کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتار آئے اللہ نے ان پر اپنے نبی کو غالب کیا اور آپ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی زیادہ مناسب مقام بنو قریظہ کے یہود کا واقعہ ہی ہے واللہ اعلم۔ منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے دھوکے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں موقع پر کام نہ آنا نہ لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلا وطنی میں ساتھ دینا۔ ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قَرْيٍ مَّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ  
جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقَلُوبُهُمْ  
شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

یہ سب مل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں ان کی لڑائی تو ان میں آپس ہی بہت کچھ ہے گو تو انہیں متفق سمجھ رہا ہے لیکن ان کے دل دراصل ایک سے ایک جدا ہے اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں ○ ان لوگوں کی طرح جو ان سے کچھ ہی پہلے گذرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا وبال چھل لیا اور جن کے لئے المناک عذاب تیار ہیں ○

اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا ساٹھ سال اسے عبادت خدا میں گذر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلا نا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستارہ ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوا دیا وہ دوڑے آئے شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ



آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں اس نے کہا جس طرح تو کہہ میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر عابد نے اسے سجدہ کر لیا یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے (ابن جریر)

كَمَثَلَ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ  
قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿١٧﴾  
فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَلِكَ  
جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

ع

شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں ○ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کے لئے گئے گنہگاروں کی ہی سزا ہے ○

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی ایک روز رات کے وقت موقع پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی جاڑ جگہ زمین میں دبادیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبایا ہے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔ چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرموت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا۔ اس نے کہا جو تو کہہ کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیقا تھا۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و اُس مقابل بن حیان وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے بالکل عکس جرتج عابد کا قصہ ہے کہ ایک بدکار عورت نے اس پر تہمت لگا دی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت جرتج کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور انہیں نہایت بے ادبی سے زد و کوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھادیا۔ یہ بیچارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع

آپے سے باہر ہے آخر کسی نے کہا کہ دشمن خدا اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی۔ حضرت جرتج نے فرمایا اچھا ٹھہر مبر کرو اس بچے کو لاؤ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ لایا گیا۔ حضرت جرتج نے اپنی عزت کی بقا کی خدا سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے! بتلا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو اللہ نے اپنے ولی کی عزت بچانے کے لئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرمادی اور اس نے اس صاف فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش جاتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے عذر معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے انہوں نے کہا بس اب مجھے چھوڑ دو لوگوں نے کہا ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اسے جیسی وہ تھی دیے ہی رہنے دو۔ پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے ہر ظالم ظلم کی سزا پا ہی لیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ  
لِغَدٍّ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا  
تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسُهُمْ أُولَٰئِكَ  
هُمْ الْفَاسِقُونَ ۝ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ  
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝

مسلما! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیج رکھا ہے؟ اور اللہ سے ڈرو تم کو کچھ کر رہے ہو اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ خبردار ہے ○ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا پس اللہ نے انہیں خود ان کی جانوں سے غافل کر دیا یہی لوگ فاسق ہیں ○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب لوگ ہیں ○

اجتماعی کار خیر کی ایک نوعیت اور انفرادی اعمال خیر: ☆ ☆ (آیت: ۱۸-۲۰) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حائل کئے ہوئے تھے اکثر بلکہ کل کے کل قبیلہ مضر میں سے تھے ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا آپ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم دیا اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ شروع کیا اور آیت یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم تلاوت کی پھر سورہ حشر کی آیت وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ بِرُحْمَىٰ ذُنُوبِهَا أُولَٰئِكَ لَمْ يَعْلَمُوا اللَّهَ عَظِيمًا اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینا رکپڑے لے لے کھجوریں وغیرہ آگئیں آپ برابر تقریر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ۔ ایک انصاری ایک تھیلی نقدی کی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے تابڑ توڑ جو پایا لانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضورؐ کا اداس چہرہ بہت کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کار بند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ

گھٹتے نہیں (مسلم)۔

آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کر دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے سامنے پیش ہو گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے۔ پھر تاکید ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے تمام اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ نہ بڑا چھپا نہ کھلا۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہیں نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کے حص سے ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان پہنچانے والے اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمُ وَلَا أَوْلَادُكُمُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ** ”مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یا خدا سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں۔

طبرانی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر ملاحظہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ صبح شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو پس تمہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عز و جل کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس مقصد کو بجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت و قوت سے حاصل نہیں کر سکتا جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا ہے۔ **لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ** خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا بھگتنے کے لئے وہ دربار خدا میں جا پہنچے یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا ناامدادی اور شقاوت حاصل کر لی کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں۔ یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن کی اندھیریوں میں کام آسکے اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا **إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ** الخ یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑی لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضا مندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اس طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں گو اس کے ایک راوی نعیم بن نحہ شافہت یا عدم شافہت سے معروف نہیں لیکن امام ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی مروی ہیں واللہ اعلم۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہمی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں۔ جیسے فرمان ہے **أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** الخ یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں با ایمان نیک کار لوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ ایک اور جگہ ہے **وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ** اندھا اور

دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برا بر نہیں۔ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو۔ ایک اور فرمان ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ اٰمَنُوا كَيْدًا لِّمَنْ اٰمَنَ لَّا يَنْفَعُ اَعْمَالُ كُفَرًا يُوْفَوْنَ كَيْدًا جِيسَا كَرْدِيں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے کر دیں گے؟ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ نیک کار لوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکار لوگوں کو رسوا کن عذاب ہوگا۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جتنی لوگ فائر بھرا اور مقصدور کامیاب اور فلاح و نجات یافتہ ہیں اللہ عزوجل کے عذابوں سے یہ بال بال بچ جائیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا  
مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ  
يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلِيْمُ الْغَيْبِ وَ  
الشَّهَادَةِ ۝ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، بخشے اور رحم کرنے والا ○

بلند و عظیم مرتبہ قرآن مجید: ☆ ☆ (آیت ۲۱-۲۲) قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں، رو ٹکٹے کھڑے ہو جائیں، کیجے کپکپائیں، اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ڈپٹ ہر سننے والے کو بید کی طرح تھرا دے اور دربار خدا میں سر بسجود گرا دے اگر یہ قرآن جناب باری کی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور و فکر کی اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں، جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے۔ ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈرا اور عاجزی چاہئے۔ متواتر حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا، چھگیا اور حضور اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تادور ہو گیا تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ اسے اس ذکر و جی کے سننے سے کچھ دوری ہو گئی۔

امام بھٹی اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ لوگو! ایک کھجور کا تناس قدر اللہ کے رسول کا شائق ہو، تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شوق اور چاہت تم رکھو۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو۔ دوسری جگہ فرمان خدا ہے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُوِّرَتْ بِهٖ الْجِبَالُ لَرُخَّ، یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کا تہ دی جائے یا مردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو تو ایمان نصیب نہ ہوتا)۔ ایک اور جگہ فرمان عالی شان ہے وَاِنَّ مِنَ الْجِهَارَةِ لَمَّا يَنْفَجْرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ، یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہ نکلتی ہیں، بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے، بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوانہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے نہ اس کے سوا کسی کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے اس کے سوا جن جن

اور فرمان ہے **ثُمَّ اللَّهُ شَهِدَ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ** ”اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے۔“ اور جگہ فرمایا **أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ** اُنْ، مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، وہ عزیز ہے، ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے۔ کل مخلوق پر وہ غالب ہے، پس اس کی عزت عظمت جبروت کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ جبار اور متکبر

ہے جبریت اور کبر صرف اسی کی شایان شان ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہ ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب کروں گا اپنی مخلوق کو جس چیز پر چاہے وہ رکھ سکتا ہے کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے اس کی خدائی شرکت سے مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر مقرر کرنے والا پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تنفیذ دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تنفیذ پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ کی ہی ذات ہے۔ پس خلق سے مراد تقدیر اور برے سے مراد تنفیذ ہے عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر بطور مثال کے بھی مروج ہیں اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی طرح اسی صورت میں ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے فِیْ اٰیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَکَّبْکَ ”جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی“ اسی لئے یہاں فرماتا ہے وہ مصور بھی ہے یعنی جس کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔

پیارے پیارے بہترین اور بزرگ تر ناموں والا وہی ہے سورہ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری مسلم میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں شمار کر لے یاد رکھ لے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ وتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست رکھتا ہے ترمذی میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں۔ اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی رحمن رحیم ملک قدوس سلام مومن مہيمن عزیز جبار متکبر خالق باری مصور غفار قہار وہاب رزاق فتاح علیم قابض باسط خافض رافع معز مذلل سمیع بصیر حکم عدل لطیف خبیر حلیم عظیم غفور شکور علی کبیر حفیظ مقیت حسیب جلیل کریم رقیب محیب واسع حکیم ودود مجید باعث شہید حق وکیل قوی متین ولی حمید محصی مبدی معید محی ممیت حی قیوم واحد ماجد واحد صمد قادر مقتدر مقدم موخر اول آخر ظاہر باطن والی متعال بر تواب منتقم عفو رئوف مالک الملک ذو الجلال والاکرام مقسط جامع غنی معطی مانع ضار نافع نور ہادی بدیع باقی وارث رشید صبور۔ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر کی زیادتی بھی ہے۔ الغرض ان تمام حدیثوں وغیرہ کا بیان پوری طرح سورہ اعراف میں گذر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان و زمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے تَسْبِیْحٌ لِّهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰکِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے احکام اور تقدیر کے تقدیر میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جاسکے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورہ حشر

کے آخر کی (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ الحمد للہ سورہ حشر کی تفسیر ختم ہوئی۔

## تفسیر سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ  
تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ  
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ  
كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ  
إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ  
يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝  
لَكُمْ أَعْدَاءٌ وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُنْ أَيْدِيهِمْ وَالسِّنَنُ بِالسُّوءِ  
وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ ۝ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

شروع ہے اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے ○

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو تم صحبت کی بنیاد ڈالنے کے لئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے طرد کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو مجھے خوب یہ معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بہک جائے گا ○ اگر انہیں تم پر کوئی دسوس کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دوست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور دل سے چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ ○ تمہاری قرابتیں رشتہ داریاں اور اولادیں تمہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے ○

حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ ☆ ☆ (آیت ۱-۳) حضرت حاطب بن ابولتبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطب مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی، ان کے بال بچے اور مال دولت مکہ میں ہی تھا اور یہ خود قریش سے نہ تھے صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ

میں انہیں امن حاصل تھا اب یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ شریف میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر چڑھائی کرنی چاہی تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اچانک دبوچ لیں تاکہ خونریزی نہ ہوئے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ حضرت حاطبؓ نے اس موقع پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشی عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر درج تھی آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال دولت محفوظ رہیں چونکہ حضورؐ کی دعا قبول ہو چکی تھی نامکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستہ میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا۔ یہ مفصل واقعہ صحیح حدیثوں میں پوری طرح آچکا ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بلوا کر فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضہ خانہ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضہ میں کر کے یہاں لے آؤ۔ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خانہ میں جب پہنچے تو فی الواقع ہمیں ایک سانڈنی سوار عورت دکھائی دی۔ ہم نے اس سے کہا کہ جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا غلط کہتی ہے تیرے پاس خط یقیناً ہے اگر تو راضی خوشی نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے۔ اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخر اس نے اپنی چٹا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا۔ ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کر دیا پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب نے اسے لکھا ہے اور یہاں کی خبر رسائی کی ہے حضورؐ کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطبؓ نے فرمایا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجرین ہیں ان سب کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ آؤ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک احسان کرو جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے۔ یا رسول اللہ میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ سے صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگو تم سے جو واقعہ حاطب بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بہ حرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ اس موقع پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدروالوں پر خدائے تعالیٰ نے جھانکا اور فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا؟ یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمروؓ نے فرمایا اسی بارے میں آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ائْتُوا اِلٰی اِلٰہِ لٰکُمْ لٰکِنْ رَاوٰی کُشَکْ ہُے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمروؓ کا ہے یا



حدیث میں ہے۔ امام علی بن عبد اللہ مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اتری ہے؟ تو سفیان نے فرمایا یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمروؓ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا۔ بخاری مسلم کی ایک روایت میں حضرت مقدادؓ کے نام کے بدلے حضرت ابو مرثد کا نام ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی بتلادیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطب کا خط ہے اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولتے ہیں لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہیں لگتا آخر جب ہم عاجز آ گئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ بے لئے نہ ملیں گے تو اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دے دیا۔ ہم اسے لے کر واپس خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ دیکھ سن کر فرمایا اس نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے حضرت حاطبؓ سے دریافت کیا اور انہوں نے جواب دیا جو اوپر گزر چکا۔ آپ نے سب سے فرمادیا کہ انہیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمرؓ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے۔ جسے سن کر حضرت عمرؓ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو یہی کامل علم ہے۔ یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوہ بدر کے ذکر میں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار کے سامنے تو ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطبؓ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیر جار ہے ہیں۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثد نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا جب ہم نے اسے دھکیا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمرؓ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولاد عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ حضرت حاطبؓ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں تلے کاغذ رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا آپ نے اپنے گھوڑے سواروں سے فرمادیا تھا کہ اس کے پاس حاطب کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے آسمان سے اس کی خبر حضورؐ کے پاس آئی تھی۔ بنو ابواحمد کے حلیف میں یہ عورت پکڑی گئی تھی اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا۔ اس روایت میں حضرت حاطبؓ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر بدل میرے ایمان کا نہیں ہوا اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیم کے قصہ کے ختم تک اتریں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطبؓ نے دیئے تھے اور حضورؐ نے اس خط کے حاصل کرنے کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو بھیجا تھا اور جحفہ میں یہ ملی تھی۔ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت میل ملاپ اور اپنائیت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ اَلْحُ اے ایماندارو! یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹو وہ آپس میں ہی ایک دوسروں کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے مودت و محبت کرے وہ

انہی میں سے شمار ہوگا۔ اس میں کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ ایک اور جگہ ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا رَّحًا ”مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں نہ کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل کود سمجھ رہے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذرات باری سے ڈرو۔“ اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کر لو۔ اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنوں کے علاوہ کافروں سے دوستانہ نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرمایا کہ اپنے مال و اولاد کے بچاؤ کی خاطر یہ کام ان سے ہو گیا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ پھر ان میں سے یہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی باقی سب چھوڑ دیں فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور ظالم قوم چڑھائی کر کے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا غالب آ کر ان میں رعوت ساگئی اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنان دین سے کیوں مودت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقع پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے ہٹ گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی بجز اس کے کہ تمہاری توحید اور فرمانبرداری رسول ان پر گراں گذرتی تھی۔ جیسے اور جگہ ہے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ یعنی ”مومنوں سے صرف اس بنا پر مخالفت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ برتر بزرگ پر ایمان رکھتے ہیں۔“ اسی طرح اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلاوطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر کچھ تم میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضا مندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں دوستیاں نہ پیدا کرو بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی خدا سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے دلوں کے بھید اور نفس کے دوسے بھی جس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ بس ان لو جو بھی ان کفار سے موالات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقع مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں گے نہ برا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں گے؟ جو ان کے امکان میں ہو گا وہ کر گذریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں پس جب کہ ان کی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں آپ کا نئے بوز ہے ہو؟ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے اور دی میل رکھنے سے روکا جا رہا ہے اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں۔ تمہاری قرأتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی اگر تم خدا کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خام خیالی ہے نہ اللہ کی طرف کے نقصان کو کوئی نال سکے نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ پر بادہو اور شتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا سن میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنمی ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ  
 إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ  
 دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ  
 وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَّةً إِلَّا قَوْلَ  
 إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ  
 مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے بر ملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت و بغض ظاہر ہو گیا لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھے خدا کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○

عصیت دین ایمان جزو لاینفک ہے ☆ ☆ (آیت ۴) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے مولات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے ظلیل اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتہ کنبہ اور قوم کے لوگوں سے بر ملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار ہری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو نا ممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدۃ لا شریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید کو مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کرو اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور سا جھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا۔ اس میں ان کی اقتدائیں اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن خدا ہونا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انہیں یقینی طور پر اس کی خدا سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزار ی ظاہر کر دی بعض مومن اپنے شرک ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعائیں پیش کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان مَآ كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا اَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ پوری دوا آجوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی میں سے اس کا استثناء کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیم کے اس استغفار کی تفصیل بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرما دیا۔ حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ قتادہؒ مقاتلؒ بن حیانؒ ضحاکؒ وغیرہ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے برات کر کے اب دامن خدا میں چھپتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے ہم اپنے تمام کام تجھے سونپتے

ہیں تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں، دار آخرت میں بھی ہمیں تیری ہی جانب لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا  
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَهُمْ يُتَوَلَّوْنَ  
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

خدایا تو ہمیں کافروں کا زیر دست اور فتنہ مشعل نہ بنا اور اے ہمارے پالنے والے! ہماری خطاؤں کو بخش دے بیشک تویی غالب حکمتوں والا ہے ○ یقیناً تمہارے لئے ان میں نیک نمونہ اور عمدہ پیروی ہے خاص کر ہر اس شخص کے لئے جو خدا کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ ہے اور وہ سزاوار حمد و ثنا ہے ○

مومنوں کی دعا: ☆ ☆ (آیت ۵۰-۶۰) پھر کہتے ہیں خدایا تو ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں معصیت میں مبتلا کر دیں، اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے اور بھکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو خدا انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کے لئے یہ فتنہ کا سبب ہوگا کہ ہم اس لئے غالب آئے کہ ہمیں حق پر ہیں۔ اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آ گئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کر دیں۔ پھر دعائے گنتے ہیں کہ خدایا! ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما، تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامراد نہیں پھر تیرے در کو ٹھکھٹانے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا، تو اپنی شریعت کے تقریریں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر کے مقدر کرنے میں حکمتوں والا ہے تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ پھر بے طور تاکید کے وہی پہلی بات دہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے ان کی اقتداء میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا چاہئے اور جو احکام خدا سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ اللہ اس سے بے پرواہ ہے، وہ سزاوار حمد و ثنا ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ ہے اِنْ تَكْفُرُوا اَنْتُمْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا فَاِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ”اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور خدا کے نہ ماننے پر آتے آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تعالیٰ سب سے غنی، سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غنی اسے کہا جاتا ہے جو اپنی غنا میں کامل ہو، اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح سے بے نیاز اور بالکل بے پرواہ ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے مثل کوئی اور نہیں، وہ پاک ہے اکیلا ہے سب پر حاکم، سب پر غالب، سب کا بادشاہ ہے، حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہے اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللَّهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ  
مِنْهُمْ مَّوَدَّةً ۝ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَكُمُ

”یعنی ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گہرہ دے لی ہو کہ ابد الا آباد تک اب کبھی نہ ملیں گے اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے“ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے، کافر جب توبہ کریں تو اللہ قبول فرما لے گا، جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انہیں اپنے سائے میں لے لے گا۔ کوئی ساگناہ ہو اور کوئی ساگنہار ہو ادھر وہ مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی۔

حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صحر بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت حجت کا سبب بن گئی، لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے بلکہ اس سے بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان صحر بن حرب کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا، حضورؐ کے انتقال کے بعد یہ آرہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرتدل گیا، آپؐ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے، پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپؐ ہیں، حضرت ابن شہابؒ کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت عَسَى اللّٰهُ اَنْ تَرٰی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں، آپؐ نے فرمایا کہ تو کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں۔ آپؐ نے اسے منظور فرمایا پھر کہا میرے لڑکے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپؐ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا ہے) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو آپؐ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں، آپؐ نے یہ بھی منظور فرمایا (اس پر بھی کلام پہلے گزر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلاوطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے بالانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی مشرک ماں آئیں، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جس میں آنحضرت ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح نامہ ہو چکا تھا۔ حضرت اسماء خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں، کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جاؤ، ان سے صلہ رحمی کرو۔

مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قتیلہ تھا، یہ مکہ سے گواہ اور پزیر اور گہی بطور تحفے کے لے کر آئی تھیں لیکن حضرت اسماءؓ نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا، پھر حضورؐ سے دریافت کیا اور آپؐ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں بٹھرایا بھی۔ بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ کی والدہ کا نام ام رومان تھا اور وہ اسلام لائیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائی تھیں۔ ہاں حضرت اسماءؓ کی والدہ ام رومان نہ تھیں چنانچہ ان کا نام قتیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

مُفْسِطِیْن کی تفسیر سورہ حجرات میں گزر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے مُفْسِطِیْن وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں گواہوں و عیال کا معاملہ ہو یا زیر دستوں کا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے، تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے، جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا، تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق دوستی دیکھتی رکھنے والے کو دھمکاتا ہے اور اس کا گناہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ  
 اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ  
 إِلَى الْكُفَّارِ لَأَهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ  
 وَأَتَوْهُنَّ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا  
 اتَّيَمُمْتُمُوهُنَّ أَجُورُهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسَلُّوا  
 مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ  
 بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ  
 إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا  
 أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کر دینا ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں جو خریج ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کرو۔ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافروں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خریج کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خریج کیا ہو وہ بھی مانگ لیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو وہ تمہارے درمیان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کرو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

مہاجر خواتین کے متعلق بعض ہدایات: ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۱) سورہ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس صلح کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضورؐ کے پاس چلا جائے آپ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور انی الواقع ہو بھی وہ سچی ایمان دار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں۔ حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناخ ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابوعبیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کے واپس لینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوتا ہے کہ حضورؐ ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ خدا کی قسم کھا کر سچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناپاکی کی وجہ سے نہیں چلی آئی، صرف آب و ہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کے لئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی، کسی دنیا طلبی کے لئے نہیں آئی بلکہ صرف خدا کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اور کوئی غرض نہیں۔ قسم دے کر ان

سوالات کا کرنا اور خوب آزمائیں یا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔

اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں، اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ۔ اس آیت کے اس جملہ سے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ با ایمان عورت ہے تو پھر اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ، ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا اور نہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا جیسے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول مسلمہ تھیں۔ بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے تھے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار ان کے فدیے میں بیچا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آجائیں جسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو مسلمانوں نے بخوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا، چنانچہ حضورؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے اسے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا، یہ واقعہ سنہ ہجری کا ہے حضرت زینبؓ نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹی رہیں یہاں تک کہ سنہ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے پھر اسی اگلے نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا۔ اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے اور حضورؐ نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب کو لوٹا دیا تھا۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور وہ روایت از روئے اسناد کے بہت اعلیٰ اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیب ہیں اور عمل اسی پر ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ عمرو بن شعیب والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاة کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف بتلاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے، ممکن ہے ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو۔ اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے، ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر ابن عباس والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر خاندانوں کو ان کے خرچ اخراجات جو ہونے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، عدت کا گزر جانا، ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پورا کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو! ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں، اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، اس حکم کے نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے، حضورؐ نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے



کے حصے میں ہی تھے جو یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو ان کے کافر خاندنوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنایا گیا، اس حکم کی وجہ وہ عہد نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت الفاروقؓ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریہ تھا یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمر بن حروہ خزاعی کی لڑکی تھی، حضرت عبید اللہ کی والدہ یہ ہی تھی، اس سے ابو جہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا، یہ بھی مشرک تھا۔ اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اپنی کافرہ بیوی اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کو طلاق دے دی، اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آجائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خرچ دے دو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں خدائی فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے۔ اس کے بعد کی آیت وَإِنْ فَاتَكُمْ كَامُطَلَب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں، اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاندن کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاندن کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں۔ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو خدا کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاندنوں کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا، اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آجائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو دے دو ورنہ معاملہ ختم ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافر اس کے خاندن کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں، پس فَعَاقِبْتُمْ کے معنی یہ ہوئے پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو یعنی مہر مثل ان اقوال میں کوئی تضاد اور خلاف نہیں، مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ناممکن ہو تو وہ سب ورنہ مال غنیمت میں سے اسے اس کا حق دے دیا جائے، دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے، حضرت امام ابن جریر اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں فالحمد لله۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ  
لَا يَشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا  
يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِهَتَانِ يَفْتَرِيَهُ بَيْنَ  
أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعَصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ  
وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں تجھ سے ان باتوں پر بیعت کرنے کو آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی اور اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی امر شرعی میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو تو ان سے بیعت کر لیا کر اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے شک اللہ بخشش اور معاف کر نیوالا ہے ○

خواتین کا طریقہ بیعت: ☆☆ (آیت: ۱۲) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت ﷺ کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور زبانی فرمادیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملائے ہوں، قسم اللہ کی آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا، صرف زبانی فرمادیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی۔

ترمذی نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیہ بنت رقیقہ غمراتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم بھلی باتوں میں حضور کی نافرمانی نہ کریں گی کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضور آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا، میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لئے کافی ہے بس بیعت ہو چکی۔ امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور نے مصافحہ نہیں کیا، یہ حضرت امیہ حضرت خدیجہ کی بہن اور حضرت فاطمہ کی خالہ ہوتی ہیں۔ مسند احمد میں حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور کے ساتھ نماز ادا کی تھی جو بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں، فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا، آپ نے فرمایا ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکا نہ کروگی، ہم نے اس کا بھی اقرار کیا، بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کر لیں کہ خیانت و دھوکا نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ بنت قدامہؓ فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رابطہ بنت سفیان نزاعیہ کے ساتھ حضور سے بیعت کرنے والیوں میں تھی، حضور ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں ان کا اقرار کرتی تھیں، میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مرد سے پرہیز نہ کریں گی حضور سے بیعت کی اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مرد سے پرہیز نہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی، آنحضرت ﷺ اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا، وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی۔

مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان نے ہی پورا کیا۔ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا، ام سلیم، ام علام، ابوسیرہ کی بیٹی جو حضرت معاذ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں یا ابوسیرہ کی بیٹی اور حضرت معاذ کی بیوی اور ایک عورت اور نبی ﷺ عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم

کے ساتھ پڑھی ہے، سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لارہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو۔ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضورؐ اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راوی حدیث حضرت حسن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب دینے والی کون سی عورت تھیں پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس پر بے تکینہ کی اور نگینہ دار انگوٹھیاں راہ اللہ ڈال دیں۔

مسند احمد کی روایت میں حضرت امیرؓ کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نو حکمران اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھادے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اس کے خلاف کر گذرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اس کا حساب اللہ سے ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب کرے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت کے لئے آنے والیوں میں حضرت ہندہ تھیں جو عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت ابوسفیان کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانہ میں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت سے آئی تھیں کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضورؐ مجھے پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک کی ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضورؐ نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمرؓ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندہ نے کہا میں ابوسفیان کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا یہ یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیان بھی اسی مجلس میں موجود تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آ گیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی ﷺ نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور اس کے کلیجے کو چیرنے والی پھر اسے چبانے والی عورت ہندہ ہے آپ نے انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آ کر حضورؐ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی آپ نے فرمایا۔ تم وہی ہندہ ہو؟ انہوں نے کہا گذشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضورؐ خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلہ میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے۔ اس پر حضرت ہندہ نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے خدا کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں رہتیں۔ آپ نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہندہ نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جانیں اور وہ۔ آپ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی

طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری نافرمانی نہ کریں اور ساتواں عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں۔ اہل جاہلیت اپنے کسی کے مر جانے پر کپڑے پھاڑاڑالتے تھے، منہ نوح لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیان اور ان کی بیوی ہندہ کے اسلام کے وقت انہیں حضورؐ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا واللہ اعلم۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی، نبی ﷺ نے صفا پر مردوں سے بیعت لی اور حضرت عمرؓ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں چھپنے سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا، اس پر حضرت عمرؓ مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہندہ بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو چنانچہ وہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں دوسونے کے کڑے تھے انہوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ فرمایا جہنم کی آگ کے دوا نگارے ہیں (یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا، جب اولادوں کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے، یہ شروع شروع میں صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد تو آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان پر پیش فرماتے، وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں۔ پس فرمان الہی ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو اس سے بیعت لے لو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غیر لوگوں کے مال نہ چرانا، ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لئے گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو۔ اس کی دلیل حضرت ہندہؓ والی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرے خاوند ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولادوں کو کافی ہو سکے تو کیا میں اگر ان کی بے خبری میں اور ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بہ طریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لو جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (صحیحین)

اور زنا کاری نہ کریں۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْنٰی اِنَّہٗ كَانَ فَاَحْسَنَ وَسَاءً سَبِيْلًا ”زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔“ حضرت سمرہؓ والی حدیث میں زنا کی سزا اور دردناک عذاب جہنم بیان کی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عقبہؓ جب بیعت کے لئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا، آپ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہی شرطوں پر ہم سب نے بیعت کی ہے، یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی، حضورؐ کی بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے، پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے اور حمل کا گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے ہوئے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے۔

بری غرض وغیرہ سے بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کے سر چپکانا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے

موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ کر لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے اسے رسوا ذلیل کرے گا۔ حضور کی نافرمانی نہ کریں یعنی آپ کے احکام بجالائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے۔ حضرت میمون فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی اطاعت ہے۔ حضرت ابن زید فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے۔ اس بیعت والے دن آنحضور نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا۔ جیسے حضرت ام عطیہ کی حدیث میں پہلے گزر چکا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا یا رسول اللہ! بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ پرانی عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے۔ اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوے میں میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آ کر حضور سے بیعت کی۔ حضرت ام سلمہ جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملخان کی بیٹی اور حضرت انس کی والدہ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوحے کی اجازت مانگی تھی خود حضور نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوحیں ہال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں۔

ابن جریر میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ جب حضور ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصاریہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطابؓ کو دو ہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے پر چوری اور زنا کاری سے بچنے پر بیعت کرو ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے باہر اندر ہی اندر بڑھائے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں ہم پر جحد فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہئے۔ حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت ام عطیہ سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضور کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں۔

بخاری مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی بچائے وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں جو گلا پھاڑ پھاڑ کر ہائے وائے کرنے بال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے حسب نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعن دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مرجائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیرا ہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اڑھائی جائے گی۔ مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے

نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے۔ یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ  
قَدْ يَسُوءُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِيسُ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ  
الْقُبُورِ ﴿١٣﴾

اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ اہل قبر کا فریاد ہیں ○

کفار سے دلی دوستی کی ممانعت ☆☆ (آیت: ۱۳) اس سورت کی ابتدا میں جو حکم تھا وہی انتہا میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت اتر چکی ہے اور خدا کی رحمت اور اس کی شفقت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو وہ آخرت کے ثواب سے اور دہاں کی نعمتوں سے ایسے ناامید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر۔ اس پچھلے جملے کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے ناامید ہو چکے ہیں وہ مر کر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔  
الحمد للہ سورہ ممتحنہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

## تفسیر سورۃ الصف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ ایک دن بیٹھے بیٹھے آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کرے کہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضورؐ کے پاس لے گیا، جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی (مسند احمد) (اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب خدا ہے) ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضورؐ سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضورؐ نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اس روایت بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں، مجھ سے میرے استاد الشیخ المسند ابو العباس احمد بن ابوطالب الحجاز نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا انہیں وقت نہیں ملا اس لیے انہوں نے مجھے پڑھ کر نہیں سنائی لیکن الحمد للہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمانؒ نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی ہے۔

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ  
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا  
 تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا  
 تَفْعَلُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ  
 صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ ۝

مشفق و مہربان معبودِ حق کے نام سے شروع ○

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے مسلمانو! تم وہ بات کیوں کہو؟ جو نہ کرو ○ تم جو نہ کرو اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے ○ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ○

ایفائے عہد ایمان کی علامت ہے اور صف اتحاد کی علامت ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں پر انکار ہوتا ہے جو کہیں وہ نہ کریں وعدہ کریں اور وفانہ کریں۔ بعض علماء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا مطلقاً واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین عادتیں ہوتی ہیں (۱) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۲) جب بات کرے جھوٹ بولے (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے۔ شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں حدیثوں کی پوری تشریح کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے، میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور! کھجوریں دوں گی۔ آپؐ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی تاکید کا تعلق ہو تو اس وعدے کو فاکرنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے۔ اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

کیا ایفائے عہد واجب ہے؟: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفائے عہد مطلق واجب ہی نہیں اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دیکھنے لگے جس پر یہ آیت اتری۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیلَ

لَهُمْ كُفْرًا اَيْدِيَكُمْ الخ یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہنے لگے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک پیچھے نہ چھوڑا جو قریب ہی تو ہے تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہترین چیز ہے تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گوتم مضبوط محلوں میں ہو۔ دوسری جگہ ہے وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُوْرَةُ الْاِنْجِيلِ یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تو دیکھیے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی ہو۔ اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتلاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ بھاری پڑا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں۔ امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے۔ اس پر اللہ عز و جل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان عالیشان اتر ا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟

منافق جو کرتے نہیں وہ کہتے ہیں: ☆ ☆ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو کہہ دیں کہ ہم زخمی ہوئے اور ہوئے نہ ہوں کہہ دیں کہ ہم پر مار پڑی اور پڑی نہ ہو کہہ دیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں۔ ابن زید فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے۔ زید بن اسلم جہاد مراد لیتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جب آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے تئیں وقف کر چکا چنانچہ اسی پر قائم بھی رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو سجات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھلا دیئے گئے ہاں مجھے اس میں سے اتنا یاد رہ گیا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةٌ فَيَاۤ اَعْنَاقُكُمْ فَتُسَالُّوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی اے ایمان والو! وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر دشمنان اللہ کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو۔ مسند میں ہے تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور فس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے نماز کے لئے صفیں باندھنے والے میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف فرماتے ہیں مجھے بہ



روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابو ذرؓ سے مل کر یہ حدیث آئے سائے سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا ہاں میں اپنے غلیل حضرت محمد ﷺ پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص اللہ کی خوشنودی کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں اتنی ہی آئی ہے۔ ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ پوری وارد کیا ہے فالحمد للہ۔

صف بندی تعلیم ربانی: ☆ ☆ حضرت کعب احبار سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بد زبان باز اوروں میں شور و غل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں جائے پیدائش آپ کی مکہ ہے جائے ہجرت طابہ ہے ملک آپ کا شام ہے امت آپ کی بکثرت حمد الہی کرنے والی ہے ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھن بھناہٹ۔ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنے تہ بند اپنی آدمی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں پھر حضرت کعب نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آ جائے نماز ادا کر لینے والے گوسواری پر ہوں۔ حضرت سعد بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب تک حضور ﷺ صفیں نہ بندھو الیں دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے۔ پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملار ہے ثابت قدم رہے اور ہلے نہیں ایک دوسرے سے ملا ہوا کھڑا رہے تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو میز میز ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجالائے گا یہ اس کے لئے عصمت اور بچاؤ ثابت ہے۔ ابو بکرؓ یہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آئے سائے کا مقابلہ کریں آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ  
أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاعَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٥٥

یاد کر جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستارہ ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ لوگ نیڑے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور نیڑے حاکر دیا اللہ تعالیٰ ایسی نافرمانی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ○

حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے خاتم الانبیاءؑ کی پیشین گوئی: ☆ ☆ (آیت: ۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران

نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانے پھر کیوں میرے در پہ آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا ایک طرح پر آنحضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے چنانچہ آپ بھی جب ستائے جاتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے لیکن پھر بھی صابر رہے اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی کو ایذا نہ پہنچائیں، ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل دکھتا ہو۔ جیسے اور جگہ ہے لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ الْخَالِفَ، ایمان والو! تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو ایذا دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو اس کے بہتانوں سے پاک کیا پس جبکہ یہ لوگ باوجود علم کے اتباع حق سے ہٹ گئے اور میڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیئے، شک و حیرت ان میں سما گئی، جیسے اور جگہ ہے وَنَقَلَبَ أَفْئِدَتَهُمُ الْخَالِفَ، یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں وہ سرگرداں رہیں گے۔ ایک اور جگہ ہے وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ الْخَالِفَ، جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کی تابعداری کرے ہم اسے ایسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا۔ پھر حضرت عیسیٰ کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ توراۃ میں میری خوش خبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سناتا ہوں جو نبی امی عربی، مکی، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں پس حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور حضرت محمد کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے نہ رسول، نبوت و رسالت سب آپ پر نکل الوجوہ ختم ہو گئی۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوش خبری سناتا ہوں جن کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا

جادو ہے ○

نبی ﷺ کے مختلف صفاتی نام: صحیح بخاری شریف میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث وارد ہوئی ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد، احمد، حاجی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا اور میں حاضر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔ یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے ابوداؤد میں ہے کہ حضور نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے ان میں سے یہ چند ہیں فرمایا میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاضر ہوں، میں مقفی ہوں، میں نبی الرحمت ہوں، میں نبی التوبہ ہوں، میں نبی الملحمہ ہوں۔ یہ حدیث بھی صحیح مسلم شریف میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ

مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ الخ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں تو راقۃ میں بھی اور انجیل میں بھی ایک اور جگہ فرمان ہے وَادَّخَلَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الخ اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے سچا تا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرورت دو کرو گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

ہر نبی سے آخری نبی کی پیروی کا عہد: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد ﷺ مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی عہد لے لیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضورؐ آپ ہمیں اپنی خبر سنائیے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰؑ کی خوش خبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہو تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصری کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحاق) اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے ثوابد بھی ہیں۔ مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا۔ درآئیکہ حضرت آدمؑ اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے میں تمہیں اس کی ابتداء سناؤں میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعا، حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاء کی والدہ اسی طرح خواب دکھائی جاتی ہیں۔

نجاشی کا دربار: مسند احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت مروی ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً ۸۰) آدمی تھے ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شاہی کے لئے تھے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبہ قبیلہ کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے ہباگ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔ نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہ دربار میں آئے۔ ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہیں کیا۔ درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں اس پر بادشاہ نے پوچھا بتلاؤ تم حضرت عیسیٰؑ کے اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ کنواری مریمؑ پر اتار دیا علیہا السلام کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں جنہیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقع تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر زمین

سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو! اور اے واعظو! عالمو! رویشو! ان کا اور ہمارا اس کے بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے۔ اللہ کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدے میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین! تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو! اللہ کی قسم اگر ملک کی اس جھنجٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا! آپ کی جوتیاں اٹھاتا! آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا۔ اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تو جلد ہی حضورؐ سے آئے، جنگ بدر میں بھی آپؐ نے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضورؐ کو پہنچی تو آپؐ نے ان کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ یہ پورا واقعہ حضرت جعفر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، تفسیری موضوع ہے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصر وارد کر دیا، مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو، ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشگوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپؐ کی صفیں سناتے رہے اور آپؐ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے ہاں آپؐ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوئی، جس حدیث میں آپؐ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعائے خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے۔ اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپؐ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپؐ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا، اللہ تعالیٰ آپؐ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیش گوئیوں کے بھی جب آپؐ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ  
إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾  
يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ  
كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٦﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَالْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٧﴾

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ○ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برامانیں ○ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں ○

پھونکنوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا: ☆☆ (آیت: ۷-۹) ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے اور اس کے شریک و شہیم مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات سچی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ تو حید اور اخلاص کی

طرف برابر بلایا جا رہا ہے، بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بے نور کرنا چاہے جس طرح یہ محال ہے کہ اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی جاتی رہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا دین ان کفار سے رد ہو جائے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا گو کافر برائیاں تو مانتے رہیں۔ اس کے بعد اپنے رسول اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورہ برات میں گذر چکی ہے۔ فالحمد للہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۖ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ وَآخِرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۖ وَبَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلاؤں؟ جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ ○ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو ○ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی ہے بہت بڑی کامیابی ○ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلدی فتیابی ہے ایمانداروں کو خوشخبری دے دو ○

سوفیصد نفع بخش تجارت ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۳) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ صحابہ نے حضورؐ سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کون سا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں فرما رہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتلاؤں جس میں گھائے کی کوئی صورت ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان مال اس کی راہ میں قربان کرنے پرتل جاؤ جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لئے کدو کاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے اگر اس میری بتلائی ہوئی تجارت کے تاجر تم بن گئے تو تمہاری ہر غفرت سے ہر گناہ سے میں درگزر کر لوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں اور بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا تمہارے بالا خانوں اور ان بیشکی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی یقیناً مانو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصدوری یہی ہے اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ پر میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا۔ ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت نے رکاب بوسی کی۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ”ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں

ثابت قدمی عنایت فرمائے گا۔ ایک جگہ فرمان ہے وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ یعنی ”یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے۔“ یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین ربانی کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمادیا کہ اے نبی! ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوش خبری پہنچا دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيٍّ مِنْ أَنْصَارِيٍّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَنْتَ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتُ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا، ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر تائید کی پس وہ غالب آ گئے ○

عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی روداد: ☆☆ (آیت: ۱۴) اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لمحہ جان و مال، عزت و آبرو، قول و فعل، نقل و حرکت اور دل و زبان سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تمام تر باتوں کی تعمیل میں رہیں، پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰ کی آواز پر فوراً البیک پکار اٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو اللہ کی باتوں میں میری امداد کرے انہوں نے بلا غور علی الفور کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں اور دین اللہ کی امداد میں آپ کے تابع ہیں چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا۔ حج کے دنوں میں سرورِ رسل ﷺ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں اللہ کی رسالت کو پہنچا دوں، قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس و خزرج کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی۔ انہوں نے آپ سے بیعت کی آپ کی باتیں قبول کیں اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آ جائیں تو پھر کسی سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے، ہم آپ کی طرف سے جانیں لڑا دیں گے اور آپ پر کوئی آج نہ آنے دیں گے پھر جب حضورؐ اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ان کے ہاں گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی۔ اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا۔ اللہ ان سے خوش ہوا اور انہیں بھی راضی کرے آمین! جبکہ حواریوں کو لے کر آپ دین اللہ کی تبلیغ کے لئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہِ راحت پر آ گئے اور کچھ لوگ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا۔ ان یہودیوں پر خدا کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ بن گئے، پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے میں ہی حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے دیبے سے بہت بڑھادیا، پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے۔ بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، بعض نے

کہا تین میں کے تیسرے ہیں، یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس اور بعضوں نے تو آپ کو اللہ ہی مان لیا۔ ان سب کا ذکر سورہ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو۔

☆ ☆ عیسائی: سچے ایمان والوں کی جناب باری نے اپنے آخر الزماں رسول کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب خدا کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھائے آپ نہادھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دودھ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ۔ پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے ایک نو جوان جو ان سب میں کم عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو پیش کیا، آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی کم عمر نو جوان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے، حضرت عیسیٰ نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا اب کی مرتبہ بھی یہی نو جوان کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا بہت بہتر اسی وقت ان کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھالے گئے، اب یہودیوں کی فوج آئی اور انہوں نے اس نو جوان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے۔

بنی اسرائیل کے تین گروہ: ☆ ☆ پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے، ایک فرقے نے تو کہا کہ خود خدا ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے۔ ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھالیا، انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے۔ تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ ہم میں تھے جب تک خدا کی چاہت رہی آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ دے ہوئے اور مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا۔ ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی۔ پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ صف کی تفسیر ختم ہوئی، فالحمد للہ۔





باری ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لَأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ یعنی ”اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے“ اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی کل مخلوق کے آپ پیغمبر تھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔ سورۃ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث وہاں وارد کی ہیں فالحمد للہ۔

میں دعائے ابراہیمی بن کر آیا: ☆ ☆ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپ نے اہل مکہ کے لئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبکہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور اللہ کی ناراضی کے کاموں میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معبود فرمایا۔ آپ نے ان ان پڑھوں کو اللہ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ سنئے عرب حضرت ابراہیم کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خور و برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تبدل تغیر کر دیا تھا کہ تو حید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا ساتھ ہی اپنی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں۔ اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معافی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا۔ پس اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی آپ اصلاح کریں اہل دنیا کو اصل احکام الہی پہنچائیں اللہ کی مرضی اور ناراضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرادیں جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں ساری مخلوق کے بادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں تمام تر شک شبہ سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جن میں ہر بھلائی موجود ہو۔ اس بلند و بالا خدمت کے لئے آپ میں وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ درود و سلام نازل فرماتا رہے آمین۔

اہل فارس کی عظمت: ☆ ☆ دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اخیرین منہم سے کیا مراد ہے تین مرتبہ حضور سے سوال ہوا تب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کے لئے مخصوص نہیں کیونکہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس دروم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے سوا کے لوگ جو حضور پر

ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ اللہ عزت و حکمت والا ہے اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب با حکمت ہے پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا اور اس امت کو اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص اللہ کا فضل ہے اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے وہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْبَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ  
الْحَجَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ  
اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

کتابوں کا بوجھ لاوا گدھا اور بے عمل عالم: ☆ ☆ (آیت ۵: ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انہیں تورات دی گئی عمل کرنے کے لئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لا دیا جائے تو اسے یہ تو معلوم ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہودی ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدل و تحریف کرتے رہتے ہیں۔ پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے أُولَٰئِكَ كَانُوا لَآئِعَامَ بَلٍّ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْعُفْلُوكُ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بیکہ ہوئے یہ غافل لوگ ہیں۔ یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ  
مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝  
وَلَا يَتَمَنَّوْنَ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ  
بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنِ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ  
مُلَقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ  
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

کہہ دے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ○ یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بوجھ

ان اعمال کے جو اپنے آگے اپنے ہاتھوں بھیج رکھے ہیں یہ انصاف اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہیں ○ کہہ دے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ کر رہی رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے تمام کام بتلا دے گا ○

یہودیوں کو دعوت مباہلہ: ☆ ☆ (آیت: ۶-۷) پھر فرماتا ہے اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو حق پر نہ ہو اللہ اسے موت دے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر، فسق، فجور، ظلم، نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر آمادگی نہیں کریں گے ان ظالموں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت قُلْ اِنْ كَانَتْ كِذِّبُوا فَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَيَكْفُرُ لَكُمْ وَيَكْفُرُ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْدُّنْيَا وَلَا تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاصْبِرُوا فِي مَا تُكْفِرُونَ اور وہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر اگر خود گمراہ ہوں تو یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں موت کی بددعا کریں جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلہ کا ذکر سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے ملاحظہ ہو تفسیر آیت فَمَنْ حَا جَلَكَ الْخَ، مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا ملاحظہ ہو تفسیر سورہ مریم آیت قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ الْخَ، یعنی اے نبی! ان سے کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہو، ان سے اور بڑھا دے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوجہل لعنہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر حضورؐ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرتا تو سب کے سب دیکھتے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود میرے مقابلہ پر آ کر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کے لئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و مال کو ہرگز نہ پاتے۔ یہ حدیث بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے۔

موت سے مضرب نہیں: ☆ ☆ (آیت: ۸) پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا جیسے سورہ نساء میں ہے اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ كُفْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو۔ مجرم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے بھاگے، بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّى لِّلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف جلدی جایا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے ○ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ○

جمعہ کا دن کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیوں ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۹-۱۰) جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے وجہ اشتقاق یہ ہے کہ اس

دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں خدا کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی، چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھ دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمانؓ سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا ”اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم و حوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا۔“ اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے باللہ العلم۔ پہلے اسے یوم العربہ کہا جاتا تھا پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو پسند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔ جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں۔ مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے سنی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے۔ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا ۚ يَرْجُوْهُ ۖ ذٰلِكَ مَوْجِبُ آخِرَتِہٖ ۖ اَلَا تَرَ کَرَّہٗ ۚ پھر اس کے لئے کوشش بھی کرے“ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں بجائے فاسعوا کے فامضوا ہے یہ یاد رہے کہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے۔

بخاری اور مسلم میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو دوڑو نہیں جو پاؤ پڑھو جو فوت ہو ادا کر لو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نماز میں تھے جو لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنی فارغ ہو کر فرمایا ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے کہا ”حضرت ہم جلدی نماز میں شامل ہوئے“ فرمایا ”ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھو۔“ جو چھوٹ جائے پوری کر لو۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کے لئے آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع و خضوع ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو جیسے اور جگہ ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعَىٰ حضرت ذبیح اللہ جب ظلیل اللہ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

غسل جمعہ اور آداب جمعہ: ☆☆ جمعہ کے لئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہئے بخاری مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے ایک اور حدیث میں ہے جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے ایک اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے۔ سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔

بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، اول ساعت میں جائے، اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا۔ دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے۔ تیسری ساعت میں جانے والا مرغ راہ اللہ میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے۔ پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ اللہ دینے والے جیسا ہے۔ پھر جب امام آجائے فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں، مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے، خوشبو لگائے، مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے آئے۔ ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ ہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے، اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے، اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو بٹائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ممبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے مختص لباس کے علاوہ دو پکڑے خرید کر جمعہ کے لئے مخصوص رکھے حضورؐ نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کر لو۔

جمعہ کی پہلی اذان: ☆ ☆ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے ممبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی ﷺ کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے ممبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی، اس سے پہلے کی اذان حضورؐ کے زمانے میں نہ تھی، اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام ممبر پر خطبہ کہنے کے لئے بیٹھ جاتا، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کھلوانی زیادہ کی اس مکان کا نام زوراء تھا، مسجد سے قریب سب سے بلند یہی مکان تھا۔ حضرت مکحولؓ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی، جب نماز کھڑی ہونے لگے۔ اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں، غلاموں اور بچوں کو نہیں، مسافر، مریض اور بیمار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گئے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروع میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

جمعہ کے وقت خرید و فروخت حرام: پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے۔ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے، اس میں اختلاف ہے۔ کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور خدا کے فضل کی تلاش میں لگ جانا، تمہارے لئے حلال ہے۔ عراق بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ فَرِیضَتَكَ وَاَنْتَشَرْتُ کَمَا اَمَرْتَنِیْ

فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ یعنی ”اے اللہ! میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔“ (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ اخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار جائے اور وہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیئے ہر وقت اللہ کی یاد رہے۔

وَإِذَا سَرَ أَوْ أَتَجَارَةً أَوْ لَمْ يَتَجَارَةً أَوْ لَمْ يَتَجَارَةً أَوْ لَمْ يَتَجَارَةً أَوْ لَمْ يَتَجَارَةً  
قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِ وَمِنَ التِّجَارَةِ  
وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝۱۱

اور جب کوئی سودا بکنا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ جاتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے ○

تجارت، عبادت اور صلوة جمعہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۱) مدینہ میں جمعہ والے دن تجارتی مال کے آجانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں اور تجھے خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں یہ مال تجارت وحیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کے لئے طبل بجنے لگا۔ حضرت وحیہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند آدمی رہ گئے مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری۔ مسند ابویعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔ جو لوگ حضورؐ کے پاس سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ جمعہ کے دن دو خطبہ پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے یہاں یہ بات بھی معلوم رہی چاہئے کہ یہ واقعہ بقول بعض کے اس وقت کا ہے جب آنحضرت ﷺ جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ مرا سیل ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ سنارہے تھے کہ ایک شخص نے آن کر کہا وحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے کر آ گیا ہے یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! انہیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب عند اللہ ہے وہ کھیل تماشاں سے خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے اللہ پر توکل رکھ کر طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔

الحمد للہ سورہ جمعہ کی تفسیر پوری ہوئی۔

## تفسیر سورۃ المنافقون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ  
 یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱  
 اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ  
 سَآءُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ  
 كَفَرُوْا فَطٰیْعٌ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۳

شروع کرتا ہوں مہربانی اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے ○

تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تو اس کا رسول ہے اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں ○ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس اللہ کی راہ سے رک گئے بے شک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر مردگی آگئی اب یہ نہیں سمجھتے ○

منافقین کا قسمیں کھانا: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گویہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں فی الواقع آپ رسول اللہ بھی ہیں ان کا یہ قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں لہذا یہ جھوٹے ہیں۔ اس بات میں کہ یہ تجھے رسول اللہ مانتے ہیں یہ سچے ہونے کے لئے گو قسمیں کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے، یہ قسمیں تو ان کے بانس ہاتھ کا کھیل ہے یہ تو اپنے جھوٹ کو بچ بنانے کا ایک ذریعہ ہیں مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ یہ اسلام کے رنگ میں کفر کا ارتکاب کرا دیں یہ اللہ کی راہ سے دور اور بد اعمال لوگ ہیں۔ ضحاک کی قرأت میں اِیْمَانَهُمْ الف کی زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنا لیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی شومی کے باعث رچ گیا ہے کہ ایمان سے گھوم کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں اب دلوں پر مہر خدا لگ چکی ہے اور بات کی یہ کو بچنے کی قابلیت سلب ہو چکی ہے بظاہر تو خوش رو خوش گو ہیں اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کا دل انکالیں لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامرد اور بدنیت ہیں جہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہوا اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے۔ ایک اور جگہ ہے اَشْجَعٌ عَلَیْکُمْ لَخ، تمہارے مقابلہ میں بھل کرتے ہیں پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہے پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکلامی سے چھید ڈالتے ہیں اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں۔ اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چڑی باتوں اور ثقہ اور مسکین صورتوں کے دھوکے میں نہ آ جانا اللہ انہیں برباد کرے ڈرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟

وَإِذَا سَأَلْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَانْتَهُمْ خُشْبٌ مُّسْنَدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوّ فَاحْذَرْهُمْ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَنْى يُؤَفِّكُونَهُ  
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۝

جب تو انہیں دیکھتے تو ان کے جسم تجھے خوش نما معلوم ہوں یہ جب باتیں کرنے لگیں تو تو ان کی باتوں پر اپنے کان لگا لے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئیں ہر سخت آواز کو اپنی ہی ہلاکی سمجھتے ہیں یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچنا۔ اللہ انہیں عارت کرے ○ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر منکاتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں ○

علامات منافق: ☆☆ (آیت: ۴) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تو اضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور و غل کرنے والے۔ ایک اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑ رہنے والے۔

منافقوں کی محرومی سعادت کے اسباب: ☆☆ (آیت: ۵) ملعون منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول کریم ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا تو یہ تکبر کے ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں اور اس بات کو حقارت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اس کا بدلہ یہی ہے کہ اب ان کے لئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورہ برآۃ میں بھی اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترجمہ آ نکھ سے گھورا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبد اللہ بن ابی ابن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ  
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ  
لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا ۝ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝ يَقُولُونَ



# لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْحِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸﴾

ان کے حق میں آپ کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں انہیں کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں جو کہتے ہیں اگر اب لوٹ کر مدینہ کو جائیں گے تو ہر عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ سنو عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے ہے لیکن یہ منافق بے علم ہیں

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین: ☆ ☆ (آیت: ۶-۸) سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہوا جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو! یہ ہیں اللہ کے رسول جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمانیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع الخیر تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن خدا بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بک دے یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بد بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چنداں صاحب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھینے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بڑی بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے اللہ سے بخشش چاہیں گے۔ اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت قتادہ اور حضرت سدی فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تھیں۔ حضور نے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا۔ انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا جانا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں کا اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں غزوہ تبوک میں حضور کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضور کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے اس کی اسناد سعید بن جبیر تک صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ

عبداللہ بن ابی ابن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا۔ کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسج یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقع پر حضور کا ایک جگہ قیام تھا وہاں حضرت جبجہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے اثر دہام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جبجہ حضرت عمر کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا، سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جبجہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصاری کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا ”لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگایے سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ پر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا، تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا، اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود تک آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے۔“

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں، آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ! عباد بن بشیر کو حکم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے۔ حضور نے فرمایا پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو۔ عبداللہ بن ابی کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت (ﷺ) کو ہو گیا تو بہت شہساز اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر و محذرت اور حیلے حوائے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں ذی عزت اور با وقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں۔ حضور یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل با ادب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور! آج کیا بات ہے جو وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ کیا۔ حضور نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا؟ وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیزان ذیلیوں کو نکال دیں گے۔ حضرت اسید نے کہا یا رسول اللہ! عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔ یا رسول اللہ! آپ اس کی ان باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے، سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا، تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا، اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے۔ حضور چلتے ہی رہے دو پہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی، رات ہوئی، صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تاکہ لوگ اس بات میں پھر نہ الجھ جائیں چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے۔ ادھر یہ سورت نازل ہوئی۔ (سیر ابن اسحاق)

یہی میں ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پتھر مار دیا، اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا۔ حضور سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے، اس فضول خراب عادت کو چھوڑو۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم عزت والے ان ذیلیوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ اس وقت مدینہ شریف میں انصاری کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضورؐ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے روک دیا۔ مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضورؐ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آنکار کیا اور قسمیں کھا گیا۔ اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا جو حضورؐ نے مجھے یا فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا ہے اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری **هُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا** یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوے میں تھا اور میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضورؐ سے عرض کیں جب آپؐ نے اسے بلایا اس نے آنکار کیا اور قسمیں کھا گیا تو حضورؐ نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا۔ میرے چچا نے بھی مجھے برا بھلا کہا مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپؐ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ کر سنائی۔ مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سفر کے موقع پر جب صحابہ کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی۔ رسول اللہؐ نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ آپؐ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

قرآن کریم نے انہیں نیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا ہے کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضورؐ کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعراب لوگ بھی تھے پانی کی جگہ وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی طرح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چڑھا پھیلا دیا، ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ چونکہ عبد اللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرہ کہہ سنایا۔ عبد اللہ بڑا بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دؤ یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے یہ اعرابی کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ جاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے تو عبد اللہ بن ابی نے کہا تم حضورؐ کا کھانا لے کر ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کا رویف تھا اور میں نے یہ سب سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضورؐ سے ذکر کیا آپؐ نے اسے بلوایا یہ آنکار کر گیا اور حلف اٹھالیا۔ حضورؐ نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ کیا حرکت کی؟ حضورؐ تجھ پر ناراض ہو گئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی تجھے جھوٹا سمجھا۔ مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غمگینی کی حالت میں سر جھکائے میں حضورؐ کے ساتھ جا رہا تھا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو آپؐ میرے پاس آئے میرا کان پکڑا جب میں نے سر اٹھا کر آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ مسکرائے اور چل دیئے۔ اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھے مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا تھا پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا بس پھر خوش ہو آپؐ کے بعد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے وہی جواب دیا صبح کو سورہ منافقون نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں اس سورت کا منہا الا ذلّ تک پڑھنا بھی مروی ہے۔ عبد اللہ بن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن اقرم ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے ممکن ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی خبر پہنچائی

ہو اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بھی اور یہ ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہو گئی ہو واللہ اعلم۔

خالد بن شکن: ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مہسین کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر حضور نے منافقہ بنت کوثر دیا تھا جو قفا مثل اور سمندر کے درمیان تھا اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلہ بنہر کا تھا اور قبیلہ بنہر انصاریوں کا حلیف تھا بنہری نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی۔ کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق اور بیمار دل لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بیکار سے ہو گئے ہو نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلالیب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر یہ ہم پر چڑھ دوڑیں۔ نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلالیب کہتے تھے۔ اس دشمن خدا نے جواب دیا کہ اب مدینے پہنچتے ہی ان سب کو وہاں سے دیس نکال دیں گے۔ مالک بن دشمن جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔ یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لیں اور خدمت نبوی میں آ کر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبداللہ بن ابی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم اسے قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا آپ نے انہیں بھی بٹھالیا پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی جو کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے ہی لشکر نے کوچ کیا وہ دن رات دوسری صبح برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آگئی تو اترنے کو فرمایا پھر دو پہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قفا مثل سے مدینہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے پوچھا کہ کیا میں اس کے قتل کا حق سمجھتا ہوں تو اسے مار ڈالتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسے اس دن قتل کر ڈالتا تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملتا کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو بھی بے دردی کے ساتھ مار ڈالتا ہے۔ اسی واقعہ کا بیان ان آجوں میں ہے۔ یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سی ایسی عمدہ باتیں ہیں جو دوسری روایتوں میں نہیں۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچے سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کبی ہے اس کے بدلے آپ سے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں رحم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان و سلوک اور محبت و عزت کرنے والا نہیں (لیکن میں نے فرمایا رسول پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہو گئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی بریں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے۔

مسلمان بیٹے کا منافق باپ کا راستہ روکنا: ☆☆ حضرت عمرؓ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اپنے لشکروں سمیت مدینے پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، تلواریں

کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ۔ اس نے کہا کیا بات ہے مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جا سکتا جب تک کہ اللہ کے رسولؐ تیرے لئے اجازت نہ دیں عزت والے آپؐ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے۔ یہ رک کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپؐ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جا سکتا چنانچہ حضورؐ نے اجازت دی۔ اب حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا۔ مسند حمیدی میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہہ کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جا سکتا اور اس سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ  
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝  
وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ  
الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ  
فَأَصَّدَقَ وَآكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخَّرَ اللَّهُ  
نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اے مسلمانو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار ہیں ○ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کر دو تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔ تو کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھے تو تھوڑی سی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں ○ جب کسی کی مدت عمر پوری ہو جائے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے ○

مال و دولت کی خود پسندگی خرابی کی جڑ ہے: ☆ ☆ (آیت ۹-۱۱) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر الہی سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت پر سمجھ جائے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپؐ کرنے والا ہے۔ پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر نادوم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا۔ اس وقت چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کر لے اور اپنا مال بھی دل کھول کر راہ اللہ دے لے لیکن آہ! اب وقت کہاں آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ملنے والی آفت سر پر کھڑی ہو گئی۔ ایک اور جگہ فرمان ہے وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی

سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں۔

موت کے وقت خواہش اعمال: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۱) اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میرے رب! مجھے لوٹا دے تو میں نیک اعمال کر لوں۔ یہاں فرماتا ہے موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا اللہ خود خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے۔ یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی کچھ کرنے لگ جائیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے۔ ایک شخص نے کہا حضرت اللہ کا خوف کیجئے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کر سنایا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے فرمایا دو سو اور زیادہ میں۔ پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے۔ ضحاک کی روایت ابن عباسؓ والی بھی منقطع ہے۔ دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کلبی ہے وہ بھی ضعیف ہے واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے صحابہ نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آجائے پھر مؤخر نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ دعا سے اس کی قبر میں پہنچتی رہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورہ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

## تفسیر سورۃ التغابن

(تفسیر سورہ تغابن) ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سر کے جوڑوں میں سورہ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ
خَلَقَكُمْ مِنْكُمْ کَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۝ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَکُمْ ۝ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝ یَعْلَمُ
مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا
تُعْلِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

سچے معبود محمدؐ و جن کے نام سے شروع

آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں سے بعض تو کافر ہیں اور بعض ایمان دار ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے ○ اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو وہ سب کو جانتا ہے اللہ تو دلوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے ○

(آیت: ۱-۴) سمجھتے کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے مخلوقات کی تسبیح الہی کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے ملک و حمد والا اللہ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں وہ سزاوار تعریف جس چیز کا ارادہ کرے اس کو پورا کرنے کی قدرت نہ کوئی اس کا محرم بن سکے نہ اسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر شاہد ہے اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا اس نے عدل و حکمت کے ساتھ آسمان و زمین کی پیدائش کی ہے اسی نے تمہیں پاکیزہ اور خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ الخ اے انسان! تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا الخ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں بہترین صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے آسمان و زمین اور ہر نفس اور کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی وہ واقف ہے۔

اَلَمْ يَاتِكُمْ نَبُوءُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا  
وَبَالَ اَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ  
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرُ يَّهْدُوْنَنا۟ فَكَفَرُوْا وَكُوَلُوْا  
وَاسْتَغْنٰی اللّٰهُ وَاللّٰهُ عَنِ حَمِيْدٍ

کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور جن کے لئے دردناک عذاب ہے ○ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اللہ نے بھی بے نیازی کی اور اللہ تو ہے ہی بہت بے پرواہ سب خوبیوں والا ○

سابقہ واقعات سے سبق لو: ☆☆ (آیت: ۵-۶) یہاں اگلے کافروں کے کفر کا اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتا اور وہاں کا بھگتان ابھی باقی پڑا ہے جو نہایت الم انگیز ہے۔ اس کی وجہ جزاؤں کچھ بھی نہیں کہ دلائل و براہین اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء الہی ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے

ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے۔ پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی برتی وہ تو غنی ہے ہی اور ساتھ ہی سزاوار حمد و ثنا بھی۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي  
لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ  
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرٌ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ  
يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ

ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے تو کہہ دے کہ ہاں اللہ کی قسم تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیے جاؤ گے اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے ○ سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل پر باخبر ہے ○ جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہ یہی دن ہے ہار جیت کا جو شخص اللہ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہر ہیں بہر ہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

مکرمین قیامت مشرکین و ملحدین ☆ ☆ (آیت: ۷-۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین و ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے تم اے نبی! ان سے کہہ دو کہ ہاں اٹھو گے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام خدا تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں۔ یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے۔ پہلی آیت تو سورۃ یونس میں ہے وَیَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم! وہ حق ہے اور تم خدا کو ہر انہیں سکتے۔ دوسری آیت سورۃ سبأ میں ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ كَافِرٌ کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً اور بالضرور آئے گی اور تیسری آیت یہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر رسول اللہ پر نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے۔ ایک اور جگہ ہے قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے۔



حضرت ماجدہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں گویا اسی کی تفسیر کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار نیک اعمال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہتی نہروں والی بیٹھکی کی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جلتے جھلتے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہو سکتا ہے؟

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور جن لوگوں نے نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت بری جگہ ہے ○ پھر جانے کی - کوئی مصیبت بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ لوگو! اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو پس اگر اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صرف صاف پہنچا دینا ہے ○ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہئے ○

وہی مختار مطلق ہے ناقابل تردید سچائی ☆ ☆ (آیت: ۱۱-۱۳) سورہ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی پھر صبر و سہار کرے اور اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے اور ثواب کی اور بھلائی کی امید رکھے رضا بہ قضا کے سوالب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے یقین صادق کی چمک وہ دل میں دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے - حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اسے مصائب ڈھیلا نہیں کر سکتے وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا -

آسان ترین افضل عمل: حضرت علقمہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ مخائب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کر لے - یہ بھی مطلب ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے - متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے ہر ایک بات میں اس کے لئے بہتری ہوتی ہے ضرر و نقصان پر صبر و سہار کر کے نفع اور بھلائی پر شکر و احسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لیتا ہے یہ دوطرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں - مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنا اس کی راہ میں جہاد کرنا - اس نے کہا حضرت میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا امر ہے - پھر اپنی اور اپنے رسول کی

اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں سے سزا تجاوز نہ کرو جس کا حکم ملے بجلاؤ، جس سے روکا جائے رک جاؤ، اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے تو ہمارے رسول پر کوئی بوجھ نہیں، ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و وحد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں، یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادتیں کرو پھر فرماتا ہے چونکہ تو کل اور بھروسے کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پہ بھروسہ رکھو۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا الخ، مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے، معبود بھی وہی، اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا  
لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ  
عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ  
أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں خبردار ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○ تمہارے مال و اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہی ہے اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے ○

اللہ کی یاد اور اولاد مال کی محبت: ☆ ☆ (آیت: ۱۴-۱۵) ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولادیں اپنے ماں باپ کو یاد الہی اور نیک عمل سے روک دیتی ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد اللہ سے غافل کر دے، اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھانا رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار ہو، اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو، بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے، اللہ کی نافرمانی پر تزلزل جاتا ہے ان کی محبت میں بھٹس کر احکام اسلامی کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر حضور ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ اِنْ تَفْعَلُوا اِلَّا خَيْرٌ یعنی اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو، اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر نگاہیں رکھو۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ الخ، یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیویوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر اور شائستہ گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور نیک نیتی والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اولاد ایک فتنہ بھی: ☆ ☆ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لائے لائے کرتے پہنچے آگئے، دونوں بچے کرتوں میں الجھ الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے۔

حضورؐ کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسولؐ نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں، میں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا، آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔ مسند میں ہے حضرت اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا خبردار! ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے، پھر فرمایا ہاں ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں، یہ بزدلی اور غم ورنج بھی ہیں۔ برا میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ بخل و نامردی اور غیبتی کا باعث بھی ہے۔ طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلہ میں کفر پر جم کر لڑائی کے لئے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا، تیرا پورا دشمن تیرا مال ہے جو تیری ملکیت میں ہے پھر دشمنی کرتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقْ شَحْخَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّ تَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٨﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٩﴾

پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور ماننے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے ○ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا ○ اللہ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے ○ وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست حکمت والا ہے ○

اللہ سے طاقت کے مطابق ڈرنا: ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۱۸) پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھر اللہ کا خوف رکھو اس کے عذابوں سے بچاؤ مہیا کرو۔ صحیحین میں ہے جو حکم میں کرو اسے اپنی مقدور بھر بجالاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ۔ بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ سورہ آل عمران کی آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ کی تائید یہ آیت ہے یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے لیکن اب فرمادیا کہ اپنی طاقت کے مطابق۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بڑی بھاری پڑی تھی اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ پیروں پر روم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت اتار کر تخفیف کر دی اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتلایا ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے فرمان سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو نہ آگے بڑھو نہ پیچھے سرکؤ نہ امر کو چھوڑو نہ نہی کا خلاف کرو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں، فقیروں، مسکینوں کو اور حاجت مندوں کو دیتے رہو اللہ نے تم پر احسان کیا، تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی خدائی احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں

جہاں کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مول لوگے وَمَنْ يُوقِ کی تفسیر سورۃ حشر کی آیت میں گزر چکی ہے۔ جب تم کوئی چیز راہ اللہ دو گے اللہ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا خدا کو قرض دینا ہے۔

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو ایسے کو قرض دے جو تو ظالم ہے نہ مفلس نہ نادہندہ پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پھیر دے گا۔ جیسے سورۃ بقرہ میں بھی فرمایا ہے کہ کئی کئی گنا بڑھا کر دے گا ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بڑا قادر دان ہے تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے۔ وہ بردبار ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرمادیتا ہے وہ چھپے کھلے کا عالم ہے وہ غالب اور باحکمت ہے۔ ان اسماء حسنی کی تفسیر کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے۔ سورۃ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

## تفسیر سورۃ الطلاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ  
وَاحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ  
بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ  
وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ  
لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا

شروع اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے ○

اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی کر بیٹھیں یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنا ہی برا کیا۔ کوئی نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے ○

طلاق کے مسائل: ☆☆ (آیت ۱) اولاً تو نبی ﷺ سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر جماعاً آپ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھایا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی وہ اپنے میکے آگئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا گیا کہ ان سے رجوع کر لؤ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج میں داخل ہیں۔ یہی روایت مرسل ابن جریر میں بھی اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اسے چاہئے کہ رجوع کر لے پھر حیض سے پاک ہونے تک

روک رکھے پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہالیں پھر اگر جی چاہے تو طلاق دیں یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں بات چیت کرنے سے پہلے یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن ایمن نے جو عہہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالزبیرؓ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو آپ نے فرمایا سنو! ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں طلاق دی تو حضور نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمر نے رجوع کر لیا اور یہی حضورؐ نے فرمایا تھا اس سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ بسالے اور آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلٍ عَدَّتِهِنَّ** (مسلم) دوسری روایت میں **فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ** یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی حیض میں طلاق نہ دے و نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت تک چھوڑ دے جب حیض آجائے پھر اس سے نہالے تب ایک طلاق دے۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں جب حمل ظاہر ہو جس طہر میں جماعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں یہیں سے باوجود علماء نے احکام طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں کی ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے اور بدعت طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن جماعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ نالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے دخول نہ ہوا ہو ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع ہیں نہ کہ تفسیر۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عدت کی حفاظت کرو: ☆☆ پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتداء انتہا کی دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پروردگار عالم سے ڈرتے رہو عدت کے زمانہ میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلتا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے **فَاحْشَةُ مُبِينَةٍ** زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بدزبانی کو کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بیشک خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتلائے ہوئے احکام ہیں۔ جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے شاید کہ اللہ کو کوئی نئی بات پیدا کر دے اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔

عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں طلاق دینے پر نام نہ ہوں دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن وامان سے گزارا کرنے لگیں نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے۔ اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مذہب ہے کہ متجو تہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کے لئے عدت گزارنے کے زمانے تک مکان کا دینا

خاوند کے ذمہ نہیں اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کے لئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہر یہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابو عمر بن حفصؓ نے ان کو تیسری آخری طلاق دی اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا گڑبڑ کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں - یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں - مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر اور ان سے فرمایا کہ تم ام شریک کے گھر اپنی عدت گزارو - پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہ جایا آیا کرتے ہیں تم عبد اللہ ابن ام مکتوم کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو وہ ایک ناپینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو -

مسند احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضورؐ نے کسی جہاد پر بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا نہیں جب تک عدت ختم نہ ہو جائے میرا کھانا پینا اور رہنا سہنا میرے خاوند کے ذمہ ہے اس نے انکار کیا آخر حضورؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تیرا نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہؓ کی آمد و رفت ہے تم ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت کا زمانہ گزارو وہ ناپینا ہیں تمہیں دیکھ نہیں سکتے - طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہ بنت قیس ضحاک بن قیس قرشی کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی قبیلہ کے تھے طلاق کی خبر کے بعد ان کے نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیاء نے کہا تمہانہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضورؐ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر چھوٹ چھٹاؤ نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا تان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمہ نہیں -

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ  
وَاَشْهَدُوْا ذَوٰی عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ  
يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ  
اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا ۙ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ  
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِالْعُمْرَةِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ  
شَيْءٍ قَدْرًا ۝

پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل مخصوص کو گواہ کرو اور اللہ کی رضا مندی کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ○

عالمی قانون: ☆☆ (آیت ۲-۳) ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دے دیں لیکن برا بھلا کہے بغیر گالی گلوچ دیئے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا۔ طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح طلاق رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان خدا ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں خدا کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتلاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت بغیر زانی کے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام خدا بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی پیدا کر دیتا ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابو ذر! اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اٹکھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابو ذر! تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشاہ کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بغیر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ پر اتر آؤں گا آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور ضرور ارشاد ہو۔ فرمایا سنتارہ اور مانتارہ اگر چہ مٹی غلام ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت اِنَّ اللّٰهَ يَامِرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہے اور سب سے زیادہ کشاہ کی کا وعدہ اس آیت وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا میں ہے مسند احمد میں فرمان رسول ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و بے چینی سے نجات دے گا۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاح اور نجات دے گا ابن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے

کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے۔ آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا، ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت، مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے، آپ انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے چھکارے کی سبیل بنا دے گا، تھوڑے دن گزرے ہوں گے جو ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستہ میں دشمنوں کا بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنگالائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے، پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو خدائجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے، تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے، عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک بن اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور نے فرمایا ان سے کہلو اور کہ بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا رہے، ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے، راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہنگالائے، وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی، باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف ہے۔ ماں نے کہا ہائے وہ کہاں، وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے، کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان فرمایا کہا اچھا ٹھہرو میں حضور سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں۔ حضرت نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔

جو اللہ کا اللہ اس کا: ☆ ☆ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھینچ کر اللہ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کی طرف سوپ دیتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا بچے میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں، سنو تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگتا ہو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو ذرا سبھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو تو، قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا یا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے



وَالَّذِي يَدْنُ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ  
فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ  
أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ  
أَمْرِهِ يُسْرًا ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ  
يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا

تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی مدت ان کے بچے کا پیدا ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا

مسائل عدت: ☆ ☆ (آیت: ۵) جن بڑھیا عورتوں کے بوجہ اپنی بڑی عمر کے ایام بند ہو گئے ہوں ان کی عدت یہاں بتلائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گزاریں جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ کی آیت اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں کپڑے آئیں ان کی عدت بھی یہی تین مہینے تھی اگر تمہیں شک ہو۔ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا استنساخہ کی بیماری کا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یا در کھ لو یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا تھا یا رسول اللہ! بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی کس لڑکیاں بوزمبی بڑی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتری پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے جیسے کہ اس آیت کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گزر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے۔ ابوسلمہ نے کہا قرآن میں جو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسی وقت اپنے غلام کریم کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھو انہوں نے فرمایا سیدہ اسمیہؓ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا مانگا ڈالنے والوں میں حضرت ابوالسائب بھی تھے یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور

کتابوں میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتبہؓ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہریؓ کو لکھا کہ وہ سمیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے، حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے، اس وقت یہ حمل سے تھیں، تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا، جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں، حضرت ابوالسائب بن بلعک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو، واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں، اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو اپنا نکاح کر لو (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرینؒ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کی تعظیم و تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی معیاد بتلائی، اس پر میں نے حضرت سمیعہؓ والی حدیث بیان کی اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھو کے لگانے لگے۔ میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں۔ پس وہ ذرا شرمائے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے۔ میں حضرت ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سمیعہؓ والی حدیث پوری سنائی، میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے، آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورۃ نساء قصریٰ یعنی سورۃ الطلاق، سورۃ نساء طولیٰ کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملا عنہ کرنا چاہے میں اس سے ملا عنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر خدا کی لعنت کی دعا کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے، پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے، پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں، اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے عدت سے نکل گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی، آپ نے فرمایا دونوں کی یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ثنیٰ بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرمادیتا ہے، یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول کے واسطے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے، اللہ سے ڈرنے والوں کو اور چیزوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وَّجَدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا  
عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتٍ حَمَلٍ فَلَا تَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ  
فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ اُجُورَهُنَّ ۚ وَاتَّمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ  
وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فِى تَرْضِعِ لَهَا اُخْرٰى ۖ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ  
وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهَا فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اَتَتْهُ اللّٰهُ لَا يَكْفِلُ اللّٰهُ نَفْسًا  
اِلَّا مَّا اَتٰهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝۷

تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان طلاق والی عورتوں کو بھی بساؤ اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر یہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر تم آپس میں کشمکش کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلائے گی۔ کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے حسبِ حیثیت دے، کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی و فراغت بھی کر دے گا ○

طلاق کے بعد بھی سلوک کی ہدایت: ☆ ☆ (آیت: ۶-۷) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے، یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے، یہاں تک کہ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے، اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لئے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کہ طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تا کہ نہ وہ بچاری سہاگن رہے نہ رائے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔ اکثر علماء کا فرمان ہے کہ یہ خاص ان عورتوں کے لئے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو، جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لئے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی، وہ حمل سے ہوں تب بھی اور بے حمل ہوں تو بھی اور دوسرے حضرات علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا، اسے الگ اس لئے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے تو کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لئے صاف طور پر فرمادیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھانا پانا خاوند کے ذمہ ہے پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لئے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لئے ہے، امام شافعی وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بنا پر بہت سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورت حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلانی دینی چاہئے۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہئے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچہ کی

زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے تو اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہئے تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ یہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کرے۔ جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بَوْلِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بَوْلِهِ یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کی بات پر رضا مند نہیں ہوتے تو اختیار رہے کہ کسی اور دایہ کو دے دیں۔ ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچی کی ماں رضا مند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو ہوا سے چاہئے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مونا کپڑا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوا دو اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہنے اور نہایت نفیس غذا کھانی شروع کر دیں قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کسادگی والا اپنی کسادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی و ترشی والا اپنی حالت کے موافق۔ طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ اللہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا وسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا جیسے اور جگہ فرمایا فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا تحقيق سختی کے ساتھ آسانی ہے۔

اللہ پر توکل کا نتیجہ: مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بے تاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پختی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہودے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بے تاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں تھوڑی دیر گزرنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضہ کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت الہی سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آنا نکل رہا ہے۔ انہوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا اور جھاڑ دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو وہ قیامت تک چلتی رہتیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں اے اللہ!

ہمیں روزی دے۔ دعا کر کے انھیں تو دیکھا کہ ہڈیا گوشت سے پر ہے، تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلتا آتا ہے۔ اتنے میں میاں بھی تشریف لائے پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرمادیا، اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھالیا۔ جب حضورؐ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَبْنَاهَا عَذَابًا تَنْكُرُ ۚ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۚ أَعِدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۚ

بہت سی ہستی والوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی، ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور ان دیکھی آفت ان پر ڈال دی ○ پس انہوں نے اپنے کربوت کا وبال چکھ لیا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے پس اللہ سے ڈرو اے عقل مند ایمان والو! یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت بھیج دی ہے ○

شریعت پر چلنا ہی --- روشنی کا انتخاب ہے: ☆ ☆ (آیت: ۸-۱۰) جو لوگ اللہ کے امر کا خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو اگلے لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا، حکم الہی اور اتباع رسول سے بے پروا ہی برتی، آخرش انہیں سخت حساب دینا پڑا اور اپنی بدکرداری کا مزہ چکھنا پڑا۔ انجام کار نقصان اٹھایا، اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے ان عذابوں سے ہی اگر پلا پاک ہو جاتا تو جب بھی ایک بات تھی نہیں پھر ان کے لئے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے اب اے سوچ سمجھ والو! تمہیں چاہئے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ اے عظیم اندامدارو! اللہ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرمادیا ہے ذکرِ بے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ الْخ، ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے ذکر سے مراد یہاں رسول ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا ہے رَسُوْلًا تَوْبَةً بَدَلِ اسْتِمَالٍ ہے چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسل اللہ ﷺ ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا۔ حضرت امام ابن جریر بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں پھر رسول کی حالت بیان فرمائی کہ وہ خدا کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ سنا تے ہیں تاکہ مسلمان اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں۔ جیسے اور جگہ ہے کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْخ، اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا الْخ، اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے یعنی کفر و جہالت سے ایمان و علم کی طرف۔ چنانچہ اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَأَنْتَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ سورۃ شوریٰ: ۵۲ یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے

نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں یقیناً توحیح اور سچی راہ کی رہبری کرتا ہے۔ پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی نہروں والی بیشکی کی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بارہا گزر چکی ہے۔

رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ هَذَا أَحْسَنُ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۚ إِنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لَيَعْلَمُو أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

یعنی رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھنا تا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ○۔ جب تک اللہ نے اسے بہترین روزی دے دی ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثال زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تا رہم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باعتبار علم گہرا رکھا ہے ○

حیرت افزا شان ذوالجلال ☆ ☆ (آیت: ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ مخلوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدرت کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کرے تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا كَمَا تَمَّ نَبِيٌّ دِيكُمُ كَمَا اللَّهُ پاك نے ساتوں آسمان کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس خدا کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اسی کے مثال زمینیں ہیں جیسے کہ صحیحین کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کرے کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے لے گا اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے اسے ساتوں زمین تک وھنایا جائے گا میں نے اس کی تمام سندیں اور کل الفاظ ابتدا اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیے ہیں فالحمد للہ۔ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دوڑ بھاگ کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن و حدیث کا صریح خلاف کیا ہے۔ سورہ حدید میں آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ الخ کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی دوری کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں بھی ہے کہ ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چٹیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ابن جریرؒ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کروں کہ جو میں تجھے بتاؤں گا تو اس کا انکار کرے گا؟ ایک اور روایت میں مروی ہے کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن شنیٰ والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیمؑ کے ہے۔ بیہقی کی کتاب الْأَسْمَاءُ وَالصِّفَاتِ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدمؑ میں مثل آدمؑ کے اور نوحؑ ہیں مثل نوحؑ کے اور ابراہیمؑ ہیں مثل ابراہیمؑ کے اور عیسیٰؑ ہیں مثل عیسیٰؑ کے۔ پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباسؓ کی واروکی ہے اور فرمایا ہے اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے ابوالضحیٰ جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا واللہ اعلم۔

مخلوق خدا میں غور و خوض: ☆☆ ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا لائے ہیں جس میں مروی ہے کہ حضور ایک مرتبہ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات پر نظریں دوڑاؤ لیکن کہیں خدا کی بابت غور و خوض میں نہ پڑ جانا سنو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی صحابہؓ نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں ہے؟ فرمایا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا کیا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا انہیں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا بھی علم نہیں الحمد للہ سورۃ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

## تفسیر سورۃ التحریم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۖ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَايَ الْعَلِيمُ

الْخَبِيرُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے حلال کر دیا ہے اسے تو کیوں حرام کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے

والا ہے ○ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی پورے علم والا اور کامل حکمت والا ہے ○ اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبیؐ نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی نال گئے جب نبیؐ نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے کی؟ کہا سب کچھ جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ○

خلت و حرمت اللہ کے قبضے میں: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں (۱) بعض تو کہتے ہیں یہ حضرت ماریہؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں حضورؐ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھی جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی نسبت آپؐ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیمؓ کے ساتھ آپؐ نے اپنی کسی بیوی صاحبہ کے گھر میں بات چیت کی جس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے گھر میں اور میرے بستر پر؟ چنانچہ آپؐ نے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! حلال آپؐ پر حرام کیسے ہو جائے گا؟ تو آپؐ نے قسم کھائی کہ اب ان سے اس قسم کی بات چیت نہ کروں گا اس پر یہ آیت اتری۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو اور فضول ہے۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ کی قسم میں تجھ سے صحبت داری نہ کروں گا۔ حضرت مسروقؓ فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپؐ پر عتاب کیا گیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہؓ اور حفصہؓ رضی اللہ عنہما۔ اور ابتدائے قصہ ام ابراہیمؓ قطبیہ کے بارے میں ہوئی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کی باری والے دن حضورؐ ان سے ملے تھے۔ جس پر حضرت حفصہؓ کو رنج ہوا کہ میری باری کے دن میرے گھر اور میرے بستر پر؟ حضورؐ نے انہیں رضا مند کرنے اور منانے کے لئے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اب تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے واقعہ کہہ دیا۔ اللہ نے اس کی اطلاع اپنے نبیؐ کو دے دی اور یہ کلمات نازل فرمائیں۔ آپؐ نے کفارہ دے کر اپنی قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے۔

بیوی یا لونڈی کو حرام کہنے پر کفارہ: اسی واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ جو کہے فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دینا چاہئے۔ ایک شخص نے آپؐ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپؐ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں کفارہ سب سے زیادہ سخت تو راہ اللہ غلام آزاد کرنا ہے۔ امام احمد اور بہت سے فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا لونڈی یا کسی کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر کفارہ ہے کسی اور پر نہیں اور اگر حرام کہنے سے نیت طلاق رکھی تو بیشک طلاق ہو جائے گی اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزادی کی نیت حرام کا لفظ کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ (۲) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت اس عورت کے باب میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نفس آنحضرت ﷺ کو ہبہ کیا تھا لیکن یہ غریب ہے بالکل صحیح بات یہ ہے کہ ان آیتوں کا اثر نا آپؐ کے شہد حرام کر لینے پر تھا۔ (۳) صحیح بخاری میں اس آیت کے موقع پر کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیروہاں ٹھہرتے بھی تھے اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے آپؐس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس



کے ہاں حضورؐ آئیں وہ کہے کہ یا رسول اللہ! آج تو آپ کے منہ سے گوند کی سی بد بو آتی ہے شاید آپ نے مغفیر کھایا ہوگا چنانچہ ہم نے یہی کیا آپ نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے گھر شہد پیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ بیوں گا یہ کسی سے کہنا مت۔ امام بخاری اس حدیث کو کتاب الایمان والند ورمیں بھی کچھ زیادتی کے ساتھ لائے ہیں جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہ اور حفصہ ہیں (رضی اللہ عنہما) اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد پیا ہے کتاب الطلاق میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے ہیں۔ پھر فرمایا ہے مغفیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شرگھاس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے منھاس ہوتی ہے۔

نبیؐ کی بیویوں کا آپس میں خفیہ مشورہ: ☆☆ صحیح بخاری شریف کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضورؐ کو منھاس اور شہد بہت پسند تھا عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھر آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے ایک مرتبہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گئے اور جتنا وہاں رکتے تھے اس سے زیادہ رکے مجھے غیرت سوار ہوتی، تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کچی شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے انہوں نے حضورؐ کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا میں نے کہا خیر اسے کسی حیلے سے نال دوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تمہارے پاس جب حضورؐ آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ نے مغفیر کھایا ہے آپ فرمائیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بد بو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے مجھے حفصہؓ نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی کھسی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہوگا میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی پھر اے صفیہؓ! تمہارے پاس جب آئیں تو تم بھی یہی کہنا حضرت سودہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ میرے گھر آئے ابھی تو دروازے ہی پر تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو مجھ سے کہا میں آپ سے کہہ دوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن خیر اس وقت تو خاموش رہی جب آپ میرے پاس آئے میں نے تمہارا تمام کہنا پورا کر دیا پھر حضرت میرے پاس آئے میں نے بھی یہی کہا پھر حضرت صفیہؓ کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی کہا پھر جب حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو حضرت حفصہؓ نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں افسوس ہم نے اسے حرام کر دیا میں نے کہا خاموش رہو۔

صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی ﷺ کو بد بو سے سخت نفرت تھی اسی لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغفیر کھایا ہے اس میں بھی قدرے بد بو ہوتی ہے جب آپ نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو شہد پیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی کھسی نے عرفط درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغفیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں اس کی بورہ گئی ہوگی۔ اس روایت میں لفظ جرس ہے جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی کھسیوں کو بھی جو اس کہتے ہیں اور جرس مدہم بلکی آواز کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں سَمِعْتُ جَرَسَ الطَّيْرِ جبکہ پرندہ دانہ چک رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے پھر وہ جتنی پرندوں کی بلکی اور مینھی سہانی آوازیں سنیں گے یہاں بھی عربی میں لفظ جرس ہے۔ اصمعی کہتے ہیں میں حضرت شعبہؓ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جرس کو جرس بڑی شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے۔ حضرت شعبہؓ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کر لو الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں شہد پلانے والیوں میں دونام مروی ہیں ایک حضرت حفصہؓ کا دوسرا حضرت زینبؓ کا بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت حفصہؓ کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعہ ہوں یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے واللہ اعلم۔

طلاق کی جھوٹی افواہ بزبان عمر رضی اللہ عنہ: ☆☆ آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں۔ یہ اس

حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضورؐ کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت **إِنَّ تَتَوَبَّأَنَاحُ** میں ہے پس حج کے سفر میں جب خلیفۃ الرسول چلے تو میں بھی ہم رکاب ہو لیا ایک راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ چھوڑ جنگل کی طرف چلے میں ڈوہلچ لے ہوئے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈلوایا اور وضو کرایا اب موقع پا کر سوال کیا کہ اے امیر المومنین! جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباس! افسوس۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا۔ اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ہیں رضی اللہ عنہما۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریش تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر فرمان رکھتے تھے لیکن مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ میں اپنی بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو پلٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ تو دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم حضورؐ کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھی رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا کہ بڑا بد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر خدا ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار آئندہ سے حضورؐ کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر ہیں۔

اب اور سنو میرا پروردگار ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گزارتا اور ایک دن وہ میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آکر سنا دیتا اور یہ مجھے یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوار ہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشاء کے وقت آگئے اور میرا دروازہ کھٹکھٹا کر مجھے آوازیں دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا کہ خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بھاری کام ہو گیا میں نے کہا کیا غسانی بادشاہ آپہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی میں نے کہا افسوس حفصہؓ برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھڑکا تھا صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں چلا۔ سیدھا حفصہؓ کے پاس گیا دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کرو وہ گیا پھر آ کر کہنے حضورؐ نے کچھ جواب نہیں دیا میں وہاں سے واپس چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہؓ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا۔ میں دوبارہ مسجد میں چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا جو غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اجازت مل گئی میں گیا دیکھا کہ حضورؐ ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں میں نے کہا

رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سراٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر! رسول اللہ! بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینے والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی حرکت شروع کر دی پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ اور میرا یہ خبر پا کر کہ حضور کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا کہ کیا انہیں ڈر نہیں کہ اللہ کے رسول کے غصہ کی وجہ سے خدا بھی ان سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں بیان کیا۔ اس پر حضور مسکرا دیے۔ میں نے پھر اپنا قصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہؓ کی ریس کرنے سے روکنا بیان کیا اس پر دوبارہ مسکرائے میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ڈراسی دیر اور رک جاؤں؟ آپ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سراٹھا کر چو طرف نظریں دوڑائیں تو آپ کی بیٹھک (در بار خاص) میں سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی آزرودہ دل ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کرے دیکھئے تو فارسی اور رومی جو اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ اس قوم کی اچھائیاں انہیں بہ جلت دنیا میں ہی دے دی گئیں میں نے کہا حضور میرے لئے اللہ سے طلب بخشش کیجئے بات یہ تھی کہ آپ نے بوجہ سخت ناراضگی قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ کی۔ یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔

بخاری، مسلم کی حدیث میں ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں سال بھر اسی امید میں گزر گیا کہ موقع ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دونوں کے نام دریافت کروں لیکن ہیبت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت حفصہؓ کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جوڈ یوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباح تھا رضی اللہ عنہ۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ  
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ  
ظَهَرُوا عَلَى رَبِّهِ إِنْ طَلَقْتُ أَرْوَاحًا خَيْرًا مِنْكَ  
مُسْلِمٍ مُؤْمِنٍ قِنتِ تَبِتِ غِيْدَتِ سَلِيحَتِ تَبِتِ وَأَنْبَارَاهُ

اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرو تو بہت بہتر ہے ○ یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک ایمان دار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں ○ اگر پیغمبر تمہیں طلاق دے دیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت بجا لانے والیاں روزے رکھنے والیں ہوں گی بیوہ اور کنواریاں ○

(آیت ۴-۵) یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سے کہا آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فرشتے ہیں اور جبرئیل اور میکائیل اور میں اور ابوبکرؓ اور جملہ مومن۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الحمد للہ میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے

گاپس اس موقع پر بھی آیت تخییر یعنی عَسَىٰ رَبُّهُ الْخُ اور وَإِنْ تَطَاهَرَ عَلَيْهِ الْخُ آپ پر نازل ہوئیں مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑا ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی۔ اسی کے بارے میں آیت وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ الْخُ آخر تک اتری یعنی جہاں انہیں کوئی امن کی یا خوف کی خبر پہنچی کہ یہ اسے شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول یا ذی عقل و علم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بے شک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں تک اس آیت کو پڑھ کر فرماتے پس اس امر کا استنباط کرنے والوں میں سے میں ہی ہوں۔ اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ سے مراد حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ بعضوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے۔

عمرؓ اور موافقت قرآنی: ☆☆ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ کی بیویاں غیرت میں آگئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضورؐ تمہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دے گا پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اتری پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بہت سی باتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں بدری قیدیوں کے بارے میں مقام ابراہیم کو قبلہ ٹھہرانے کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ مجھے جب امہات المؤمنین کی اس رنجش کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں میں گیا اور انہیں بھی کہنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ خود نصیحت کرنے کے لئے کم ہیں جو تم آگئے؟ اس پر میں خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں آیت عَسَىٰ رَبُّهُ الْخُ نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جواب دینے والی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو بات حضورؐ نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہ سے کہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپؐ تھے وہ تشریف لائیں اور حضرت ماریہؓ سے آپ کو مشغول پایا تو آپ نے انہیں فرمایا تم (حضرت) عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت پر (حضرت) ابوبکرؓ کے بعد تمہارے والد آئیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خبر کر دی پس حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچائی؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم و خیر اللہ نے خبر پہنچائی۔ صدیقہ نے کہا میں آپ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک کہ آپ ماریہ کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیں آپ نے کر لی اس پر آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ نازل ہوئی (طبرانی) لیکن اس کی سند مخدوش ہے مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر ظاہر ہوگی۔ مُسْلِمَاتٌ مومنات قانات ثابت عابدات کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے سَنَائِحَات کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورہ برات کے اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے ہجرت کرنے والیاں لیکن اول قول ہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

جنت میں نبیؐ کی بیویاں: ☆☆ پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے۔ قسموں کی تبدیلی نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ معجم طبرانی میں ابن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہؓ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں تو حضرت جبرئیل نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہؓ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک

چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ ٹھنڈی ہے جو چھدے ہوئی موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے مکانات ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! اپنی سونوں سے میرا سلام کہنا حضرت خدیجہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا مجھ سے پہلے بھی کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون اور کلثوم بہن موسیٰ کی ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے ابو یعلیٰؓ میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمرانؓ کلثومؓ اخت موسیٰؓ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ  
وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ  
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدُوا  
الْيَوْمَ إِنَّمَا تُخْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجالاتے ہیں ○ اے کافرو! تم آج عذر معذرت مت کرو تمہیں صرف تمہارے کروت کا بدلہ دیا جا رہا ہے ○

ہمارا گھر انہ اور ہماری ذمہ داریاں: ☆ ☆ (آیت: ۶۷-۷۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے۔ مجاہدؓ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھروالوں کو بھی یہی تلقین کرو۔ قتادہؓ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام الہی بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ ضحاکؓ و مقاتلؓ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رکنے کی تعلیم دیتا رہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔

جہنم کا ایندھن: ☆ ☆ فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہے جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے انکم وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہیں یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض اصحاب تھے جن میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

! کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پتھروں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آگئی۔ حضورؐ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دل دھڑک رہا تھا آپؐ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ! کہو لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس نے اسے پڑھا پھر آپؐ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپؐ کے اصحاب نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیکھو قرآن میں ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبَدَ "یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہوئے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو" یہ حدیث غریب اور مرسل ہے۔

جہنم کے فرشتے: ☆☆ پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں میں بڑی بھاری سزائیں دیتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتے پانی اور کیچہ چھلنی ہو جائے۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں جب جہنمیوں کا پہلا جتنا جہنم کو چلا جائے گا تو دیکھے گا کہ پہلے دروازہ پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو کئی مہینے گزر جائیں پھر دروازہ پر انہیں فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں بھی اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر دروازہ پر یہ فرشتے خدائی فرمان کے تابع ہیں۔ ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا۔ ان کا نام زبانیہ ہے اللہ ہمیں اپنے عذابوں سے پناہ دے آمین۔

قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہیں: ☆☆ قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے نہ چل سکے گی تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم جی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں میل پکیل دھل جائے برائیوں کی عادت چھٹ جائے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اپنے ایک خطبے میں بیان فرمایا کہ لوگو! میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے۔ ایک اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے۔ حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن  
يَكْفُرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ  
لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ  
أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ  
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے جی خالص توبہ کرو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچا دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان ایمانداروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دامن دوزر با ہوگا یہ دعائیں کرتے ہوں گے  
اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے ○

خالص توبہ: ☆ ☆ (آیت ۸) علماء سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر تادم ہو اور آئندہ  
کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے۔ حضورؐ فرماتے ہیں تادم ہونا  
بھی توبہ کرنا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان  
میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں دھلی کرے گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مطلق حرام کر دیا ہے اور  
جس فعل پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد مرد سے بد فعلی کریں گے جو حرام اور باعث ناراضی اللہ و رسولؐ ہے۔ ان  
لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں۔ حضرت ابو زرؓ نے حضرت ابی سے پوچھا تو توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا  
میں نے حضورؐ سے یہی سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر تادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا اور پھر اس گناہ کی طرف  
مائل نہ ہونا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں توبہ بن صوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس  
سے استغفار ہو جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جھار بتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح  
حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے اب رہی  
یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک اس گناہ کو نہ کرے جیسے کہ احادیث و آثار بھی بیان ہوئے جن میں  
ہے کہ پھر کبھی نہ کرے یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چو کہ ہو جائے جیسے کہ  
ابھی حدیث گزری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے تو تنہا توبہ کے ساتھ ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا پھر مرتے دم تک اس  
کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت  
کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر بھی برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام کی اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا پس  
اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو  
توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم۔ لفظ عسی گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے  
ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے۔ پھر  
ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا انہیں خدا کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان  
کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے جیسے کہ پہلے سورہ حدید کی تفسیر میں گزر چکا جب  
یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ  
خدا یا ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بچھنے نہ پائے۔

بنوکانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپؐ کی اس دعا کو سنا  
اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ میرے اللہ! مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کے دن  
سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سراٹھانے کی اجازت بھی مجھی کو مرحمت ہوگی میں  
اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظریں ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک صحابی نے کہا حضور انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں

مخلوط ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نوران کے آگے آگے ہوگا۔

لَا يَهَيَّا النَّبِيُّ جَاهِدَ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمُ  
جَهَنَّمُ وَبَشِّرِ الْمُصِيبِينَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ  
نُوحَ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ  
فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُغْنِيا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ  
الدَّٰخِلِينَ

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کر ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی اور لوط کی بیوی کی کہات بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان دونوں کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ ○

تحفظ قانون کے لئے حکم جہاد: ☆ ☆ (آیت: ۱۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کرو ہتھیاروں کے ساتھ اور منافقوں سے جہاد کرو حدود اللہ جاری کرنے کے ساتھ ان پر دنیا میں سختی کرو آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا، خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود خدا کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ دیکھو! دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے بلکہ سونے جاگنے والی تھیں لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے بلکہ ان عورتوں کو بھی جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد بدکاری نہیں انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں ہم اس کا پورا بیان سورہ نور کی تفسیر میں کر چکے ہیں بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی ان کا ساتھ نہ دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی خیانت زنا کاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ جمنون ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوط کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کرتی تھی یہ دونوں بد دین تھیں۔ نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اللہ کے رسول کی مخالف تھی اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی کافر قوم سے خبر کر دیتی جنہیں بد عملی کی عادت تھی بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی بلکہ ان کی خیانت دین میں تھی اسی طرح حضرت مکرمہ حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت ضحاکؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے اس سے استدلال کر



کے بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشنا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اب میں کہتا ہوں۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی کہادت بیان فرمائی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا نکال اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے ○

سعادت مند آسیہ (فرعون کی بیوی): ☆ ☆ (آیت: ۱۱) یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ إِمَّا يَدَارُونَ كُفْرَهُمْ أَوْ يُبْغِضُونَ أَوْلِيَاءَهُمْ إِنْ يَدَارُوا فَرْحًا بِمَا فِي أَيْدِيهِمْ فَهُمْ لَا يَحْزَنُونَ وَإِنْ يَبْغِضُوا فَرْحًا بِمَا فِي أَيْدِيهِمْ فَهُمْ لَا يَحْزَنُونَ وَإِنْ يَدَارُوا فَرْحًا بِمَا فِي أَيْدِيهِمْ فَهُمْ لَا يَحْزَنُونَ

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچا لیتا بلکہ ان کے جنتی مکان کو دکھاتا جتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی، فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنیتیں کہ موسیٰ غالب رہے بس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکارا انھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان تمہیں ملے اسے اٹھواؤ اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آجائے تو تو میری بیوی ہے عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرادو اور اس کا قیمہ قیمہ کر ڈالو جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لے گئے لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کے لئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب ہٹا دیا اور جنت کو اور وہاں جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی جس وقت پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ خدایا جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے عنایت فرما اس دعا کی اس بار کی پر بھی نگاہ ڈالنے کہ پہلے خدا کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔

اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفریہ حرکتوں سے بیزار ہوں مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ۔ ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا رضی اللہ عنہا۔ ان کے ایمان

لانے کا واقعہ حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک گنگنھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں۔ اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا پیٹا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دی فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ بیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں پھر ایک دن آیا اور کہا اب تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے۔ فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ورنہ اب بھی میرا کہنا مان لے اور اس دین سے باز آ جا انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہو کر ڈال اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں! خوش ہو جا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی انہوں نے اس روح فرسسا سانپ کو چپخشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھ رہیں۔ فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کر ڈلوادیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی۔ بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر و استقلال سے وہی جواب دیا اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرا دیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی فرعون کی بیوی نے بڑے بچہ کی روح کی خوشخبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی روح کی بھی خوشخبری سنی اور ایمان لے آئیں ادھر ان بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو خدا کے ہاں تھا وہ حجاب بنا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا کیا۔ یہ اپنے ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی۔ اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم وہ بھی میرے سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب بنا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں۔ ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں الغرض انہی عذابوں میں یہ بھی شہید ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا  
وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا مِنَ الثَّوَابِ عِشْرُونَ

اور مثال بیان فرمائی مریم بنت عمران کی جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی۔ مریم اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابوں کو مانتی تھی اور عبادت گزاروں میں سے تھی ○

حضرت مریم علیہا السلام: ☆ ☆ (آیت ۱۲) پھر دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک و امین تھیں ہم نے اپنے فرشتے جبریل کی معرفت ان میں روح پھونکی حضرت جبریل کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے

بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک مار دیں اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس فرمان ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی پھر حضرت مریم کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبرداری تھیں۔ سدا احمد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہؓ سے دریافت کیا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا سنو تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں سے تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف حضرت آسیہ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنت عمران ہیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں اور حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ ہم نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کے بیان کے موقع پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کر دیئے ہیں۔ فالحمد للہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی سورت کی آیت کے الفاظ ثَبِّينَ وَاَبْكَارِ کی تفسیر کے موقع پر وہ حدیث بھی بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔ الحمد للہ سورہ تحریم کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے اٹھائیسویں پارے قد سمع اللہ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔  
پروردگار ہمیں اپنے کلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ باری تعالیٰ تو اسے قبول فرما اور میرے لئے باقیات صالحات میں کرا آمین۔

والحمد لله رب العالمين والصلوة على سيد المرسلين وآله واصحابه اجمعين۔